ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
13 تا 19 جولائی 2006ء
www.tanzeem.org

درست رویہ

قرآن حکیم کا موضوع انسان ہے‘ اس اعتبار سے کہ اس کی حقیقی فلاح (کامیابی) اور خسران (ناکامی) کس چیز میں ہے۔ یہ انسان کے موضوعِ قرآن ہونے کا نتیجہ ہے کہ قرآن میں جابجا اہلِ حق کو ”اُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ“ یعنی ”یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں“ کی نویدِ جانفزا اور اہلِ باطل کو اُولٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ‘ یعنی ”یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں“ کی وعیدِ روح فرسا سنائی گئی ہے۔

قرآنِ حکیم انسان کی رہنمائی کے لیے نازل ہوا۔ اِس کا پیغام یہ ہے کہ ظاہر بینی‘ قیاس آرائی‘ ظن وتخمین یا خواہشِ نفس کی غلامی کے تحت انسان نے اللہ‘ نظامِ کائنات اور خود اپنی ہستی اور دنیوی زندگی کے متعلق جو نظریات قائم کیے ہیں اور ان نظریات کی بنا پر جو رویے اختیار کر لیے ہیں‘ وہ حقیقتِ نفس الامری کے لحاظ سے غلط اور نتیجے کے اعتبار سے خود انسان کے لیے تباہ کن ہیں۔ حقیقت وہ ہے جو انسان کو خلیفہ بناتے وقت اللہ نے خود بتا دی تھی‘ اور اس حقیقت کے لحاظ سے انسان کے لیے وہی رویہ درست اور اچھے انجام تک پہنچانے والا ہے جو اللہ کی ہدایت پر مبنی ہو۔

مولانا صدر الدین الرفاعی

اس شمارے میں

جس کا کام اُسی کو ساجھے
جہاد: معنی ومفہوم ذرائع اور جہاد کی سطحیں
خلافت‘ عصبیتوں سے پاک جمہوری حکومت
جب بموں کی بارش ہو رہی تھی!
بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے
بڑے گھر والے
تفہیم المسائل
دعوتی وتربیتی سرگرمیاں
عالم اسلام

سورۃ النساء

(آیات150 تا152)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿١٥٠﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٥١﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٥٢﴾ ﴾

''جولوگ اللہ سے اوراس کے پیغمبروں سے کفر کرتے ہیں اور اللہ اوراس کے پیغمبروں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور ایمان اور کفر کے بیچ میں ایک راہ نکالنی چاہتے ہیں۔ وہ بلا اشتباہ کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جولوگ اللہ اوراس کے پیغمبروں پر ایمان لائے اوراُن میں سے کسی میں فرق نہ کیا (یعنی سب کو مانا) ایسے لوگوں کو وہ عنقریب ان (کی نیکیوں) کے صلے عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

یقیناً جولوگ کفر کرتے ہیں اللہ کا اوراُس کے رسولوں کا اور وہ چاہتے ہیں کہ تفریق کر دیں اللہ کے اور اس کے رسولوں کے درمیان...... یہاں دین کے معاملے میں ایک بہت بڑی گمراہی کا ذکر آ رہا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اوراُس کے رسولوں کے درمیان تفریق کر دی جائے۔ یعنی اللہ کو علیحدہ کر دینا رسول کو علیحدہ کر دینا، یہ سراسر جہالت ہے۔ فتنہ انکار حدیث اِسی سے پیدا ہوا ہے کہ رسول کا کام قرآن پہنچا دینا تھا' انہوں نے پہنچا دیا۔ اب یہ معاملہ ہمارا اور اللہ کا ہے۔ قرآن عربی میں ہے۔ ہم اس کو پڑھیں گے اور خود سمجھیں گے اور پھر اُس کے مطابق عمل کریں گے۔ رسول ﷺ نے اپنے زمانے میں قرآن حکیم کی جو تشریح مسلمانوں کو بتائی وہ اس وقت کے لیے حجت اور واجب التعمیل تھی۔ گویا رسول کی تشریح دائمی نہیں۔ دائمی شے صرف قرآن ہے۔ یہ ہے اللہ اور رسول کو الگ کر دینا، اور یہ گمراہی ہے۔

اکبر کا ''دین الٰہی'' بھی یہی تھا کہ دین بس اللہ ہی کا ہے۔ اور اگر رسولوں کو درمیان سے نکال دیا جائے تو مذاہب کے اختلافات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اللہ تو سب کا Common ہے۔ جولوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم کچھ مانیں گے، کچھ نہیں، یعنی اللہ کو مانیں گے، رسولوں کو ماننا ضروری نہیں' یا اللہ کی کتاب کو مانیں گے رسول کی سنت کو ماننا لازم نہیں، دراصل وہ چاہتے ہیں کہ بین بین کا ایک راستہ نکال لیں، اللہ کو ایک طرف کر دیں، رسول کو ایک طرف۔ ایسے لوگ کٹر کافر ہیں۔ ان کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں اور ہم نے ایسے کافروں کے لیے بڑا اہانت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور جولوگ ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اوراُس کے رسولوں پر اور انہوں نے ان میں سے کسی کے مابین تفریق نہیں کی۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ ان کے اجر عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ تو بڑا بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔

ہم مسلمان اللہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور رسولوں پر بھی۔ اللہ کو معبود مانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو دل وجان سے تسلیم کرتے ہیں اوراُن تمام رسولوں کو بھی مانتے ہیں جن کے نام قرآن مجید میں آتے ہیں۔ اُن کے علاوہ اور بھی بہت سے ہوں گے، یقین کے ساتھ جن کی تعداد کا ہمیں علم نہیں۔ تاہم تاریخ کے صفحات میں مذکور کسی خاص شخص کے بارے میں ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ نبی ہے۔ البتہ جن کے نام قرآن کریم میں موجود ہیں اُن کی نبوت اور رسالت میں ہم شبہ نہیں کرتے۔ وہ بلا شبہ اللہ کے پیغمبر تھے۔

فرمانِ نبویؐ

انفاق فی سبیل اللہ

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لَوْ كَانَ لِىْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِىْ اَنْ لَا تَمُرَّ عَلَىَّ ثَلٰثُ لَيَالٍ وَعِنْدِىْ مِنْهُ شَيْئٌ اِلَّا شَيْئًا اَرْصُدُهٗ لِدَيْنٍ))(رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میرے لیے بڑی خوشی کی بات یہ ہوگی کہ تین راتیں گزرنے سے پہلے اس کو راہ خدا میں خرچ کر دوں اور میرے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے سوائے اس کے کہ میں قرض ادا کرنے کے لیے اس میں سے کچھ بچا لوں۔''

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

جلد 15
13 تا 19 جولائی 2006ء
16 تا 22 جمادی الثانی 1427ھ
شمارہ 25

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس کا کام اُسی کو ساجھے

اے آر ڈی کے لندن اجلاس میں حکومت کو 31 جولائی تک مستعفی ہونے کا الٹی میٹم دینے سے ملکی سیاست میں ہلچل مچ گئی ہے۔ الٹی میٹم کے مطابق اگر حکومت مذکورہ تاریخ تک مستعفی نہ ہوئی تو یکم اگست سے اُس کے خلاف تحریکِ شروع کر دی جائے گی۔ پہلے مرحلے میں وزیر اعظم شوکت عزیز کے خلاف اسمبلی میں تحریکِ عدم اعتماد لائی جائے گی۔ بعد ازاں حکومت کے خلاف عوام کو سڑکوں پر لا کر اُسے رخصت ہونے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ اے آر ڈی کی طرف سے یہ الٹی میٹم اتنا یک لخت آیا ہے کہ اُن کے اپنے کارکن حیران رہ گئے ہیں۔ حالانکہ گزشتہ ماہ جب جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے تحریک انصاف کے پلیٹ فارم سے یہ اعلان کیا کہ وہ ستمبر میں حکومت کے خلاف تحریک شروع کریں گے تو اِس پر اے آر ڈی سمیت کسی اپوزیشن جماعت نے کسی قسم کی دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا' بلکہ امین فہیم نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اِس سلسلہ میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا گیا۔

گزشتہ ہفتے امریکہ کی وزیر خارجہ کنڈو لیزا رائس نے اچانک پاکستان کا مختصر دورہ کیا۔ اگرچہ اِس دورہ کے نتائج کے حوالہ سے پریس کو کوئی بات کھل کر تو نہیں بتائی گئی لیکن تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ وہ شمالی اور جنوبی وزیرستان میں بے رحم کارروائی کرنے کا مطالبہ لے کر آئیں تھیں' جن کا اُنہیں مثبت جواب نہیں ملا۔ اِسی لیے اُنہوں نے وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرس میں زور دے کر یہ بات دہرائی کہ انہوں نے صدر مشرف سے مطالبہ کیا ہے کہ آئندہ انتخابات صاف اور شفاف ہوں۔ عین اس موقع پر مشہور امریکی کالم نگار ایرک ایس مارگلس نے یہ شگوفہ چھوڑا ہے کہ "پاکستان کا ایٹمی پروگرام ایک حد تک امریکہ کی نگرانی میں دے دیا گیا ہے اور جس طرح برطانیہ اپنے نیوکلیئر ہتھیار امریکہ کی پیشگی منظوری کے بغیر استعمال نہیں کرسکتا' اسی طرح پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے بارے میں بھی یہ کہنا مشکل ہوگا کہ پاکستان اسے اپنی مرضی سے چلانے کا اہل ہے یا نہیں۔ حالانکہ یہی ایٹمی پروگرام بھارت کے مقابلے میں پاکستان کے بقا کی کنجی ہے۔"

ظاہری طور پر اِن تینوں خبروں یعنی اے آر ڈی کا الٹی میٹم' کنڈو لیزا رائس کا دورہ اور ایرک ایس مارگلس کے انکشاف کا کوئی باہمی تعلق نہیں لیکن ماضی میں پاکستان کے حوالہ سے امریکہ کے طریقہ واردات کا اگر جائزہ لیا جائے تو اِن تینوں خبروں کا باہمی ربط ڈھونڈ لینا قطعی طور پر دشوار نہیں۔ امریکہ نے ہمیشہ پاکستان کے حکمرانوں اور اپوزیشن دونوں سے اپنا تعلق رکھا۔ وہ اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے حاضر سروس حکمران کی پیٹھ بھی ٹھونکتا ہے اور اُس کے دشمن سے بھی قریبی روابط رکھتا ہے۔ نائن الیون کے سانحہ کے بعد بش مشرف دوستی کا آغاز ہوا' اور وہ جلد انتہائی گہری اور مستحکم ہوگئی۔ لیکن پاکستانی فوج کو عراق نہ بھیجنا' ایران سے جنگ کی صورت میں غیر جانبدار رہنے کا اعلان کر دینا اور اہم ترین بلکہ امریکی نقطۂ نظر سے یہ انتہائی اشتعال انگیز اقدام کہ صدر پاکستان کی شنگھائی تعاون تنظیم کے حالیہ اجلاس میں نہ صرف بھرپور شرکت بلکہ چین اور روس کو یہ آفر کرنا کہ پاکستان گرم پانیوں تک پہنچنے کے لیے انہیں راستہ دینے کے لیے تیار ہے' امریکہ کو کب گوارا ہوسکتا ہے' جبکہ اِس وقت امریکی مفاد کا تقاضا تھا کہ بھارت کے ساتھ مل کر چین کے محاصرے کو آخری شکل دی جاتی۔

اندریں حالات امریکہ نے ایک طرف پاکستان کو ایف 16 کے علاوہ معاشی اور دفاعی پیکیج کا لالچ دیا ہے تو دوسری طرف اے آر ڈی کو آگے بڑھنے کا سگنل دیا ہے' اور یقیناً اپنی مدد کا یقین دلایا ہے۔ جہاں تک اِس خبر کا تعلق ہے کہ پاکستان نے اپنا ایٹمی پروگرام کسی حد تک امریکی نگرانی میں دے دیا ہے' ظاہراً یہ ایک (باقی صفحہ 19 پر)

اٹھائیسویں غزل

(یورپ میں لکھی گئی)

(بالِ جبریل، حصّہ دوم)

خِرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ! سِکھائی عشق نے مجھ کو حدیثِ رندانہ!
نہ بادہ ہے، نہ صراحی، نہ دَورِ پیمانہ فقط نگاہ سے رنگیں ہے بزمِ جانانہ!
میری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ!
کلی کو دیکھ کہ ہے تشنۂ نسیمِ سحر اسی میں ہے مرے دل کا تمام افسانہ!
کوئی بتائے مجھے یہ غیاب ہے کہ حضور سب آشنا ہیں یہاں، ایک میں ہوں بیگانہ!
فرنگ میں کوئی دن اور بھی ٹھہر جاؤں مرے جنوں کو سنبھالے اگر یہ ویرانہ!
مقامِ عقل سے آساں گزر گیا اقبالؔ مقامِ شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ!

1۔ مطلب یہ ہے کہ انسان، عقل اور عشق دو قوتوں کے مجموعے کا نام ہے۔ عقل انسان کو حکمت عطا کرتی ہے اور عشق سے اِس میں مستی کا رنگ پیدا ہوتا ہے۔

2۔ لیکن عشق کی مستی کی نوعیت شراب کی مستی سے مختلف ہوتی ہے یعنی اس کے لئے شراب، صراحی اور جام کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف مرشد کی نگاہ مست کر دینے کے لیے کافی ہوتی ہے۔

3۔ اے مخاطب! میری باتوں کو شاعری پر محمول مت کر۔ میں جو کچھ کہتا ہوں، یہ شاعری نہیں ہے، بلکہ میں نے اسلام کے حقائق و معارف شاعری کے لباس میں بیان کئے ہیں۔ اس لیے تُو میرے کلام کو تفریحِ طبع کے لیے مت پڑھ، بلکہ اس پیغام کو سمجھ جسے میں نے اشعار کی صورت میں پیش کیا ہے۔

4۔ جس طرح غنچے کی شگفتگی، قانون قدرت کے مطابق ایک خارجی شے پر منحصر ہے، جسے نسیمِ سحر کہتے ہیں، اسی طرح انسان کے دل کی شگفتگی (رُوحانی ترقی) اُس کی ذاتی کوششوں کے علاوہ اس چیز پر موقوف ہے جو خارج سے اُس پر نازل ہوتی ہے، یعنی فیضانِ الٰہی کی نسیم۔ اس لیے انسان کا فرض ہے کہ وہ آخر شب میں بیدار ہو کر اللہ کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو، تاکہ اُس کا فضل و کرم نسیم صبح کے رنگ میں اُس پر نازل ہو۔ خلاصۂ کلام یہ کہ عالمِ مادیات اور عالمِ روحانیات، دونوں میں ایک ہی نوعیت کا قانون کارفرما ہے۔ جس طرح غنچہ، شبنم اور نسیم سحر کا محتاج ہے، اُسی طرح انسان اللہ کے فضل کا محتاج ہے۔

5۔ ایک مطلب تو یہ ہے کہ یہاں اس دنیا میں، سب میرے آشنا ہیں، اس کے باوجود میں سب سے بیگانہ ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ میں اپنے محبوبِ حقیقی کی طرف متوجہ ہوں۔ اس لیے کسی سے آشنائی نہیں کر سکتا۔ کسی کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ لوگ اپنی غلط بینی اور غلط فہمی کی وجہ سے دوسروں کو اپنا دوست اور آشنا سمجھنے لگتے ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان اِس دنیا میں بیگانہ ہے، کیونکہ دنیا اور اُس کے متعلقات سب مادی ہیں اور اور انسان اپنی اصل کے لحاظ سے غیر مادی ہے، اس لیے وہ کسی کے ساتھ یگانگت پیدا نہیں کر سکتا۔ بالفاظِ دیگر دنیا کی اصل مادی ہے۔ انسان کی اصل رُوحانی ہے، اس لیے ساری دنیا انسان کے لیے بیگانہ ہے۔ انسان کا اصلی وطن مکان نہیں، بلکہ لامکاں ہے۔

6۔ مانا کہ یورپ میں علم و ہنر، سائنس اور ٹیکنالوجی کی بہت روشنی ہے اور ہر قسم کی دل فریبیاں موجود ہیں، لیکن میں توجُو یائے حقیقت ہوں۔ میں تو اللہ سے اپنا راستہ اُستوار کر چکا ہوں، اس لیے میری نگاہ میں اِس خطے کی لادین تہذیب کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ یہ ملک صرف اُن لوگوں کے لیے کشش کا باعث ہو سکتا ہے جو عیش و عشرت کو اپنا مقصدِ حیات سمجھتے ہیں۔

7۔ اس شعر میں اقبال نے مقامِ عقل اور مقامِ عشق کا موازنہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ انسان کے لیے محفل کے تقاضے پورا کرنا تو آسان ہے، لیکن عشق کے تقاضے پورا کرنا بہت مشکل ہے، کیونکہ عقل انسان کو دشواریوں اور مشکلات سے بچاتی ہے، لیکن عشق انسان کو دشواریوں اور مشکلات میں مبتلا کرتا ہے۔

جہاد و قتال: معنی و مفہوم، ذرائع اور جہاد کی تین سطحیں

مسجد جامع القرآن‘ قرآن اکیڈمی‘ لاہور میں بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ العالی کے 7 جولائی 2006ء کے خطبۂ جمعہ کی تلخیص

آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا: حضرات! جہاد فی سبیل اللہ کے ضمن میں آج دوسرا خطبہ ہے اور میری گفتگو کا موضوع ہے: جہاد و قتال کا معنی و مفہوم، ذرائع اور جہاد کی سطحیں۔

عربی زبان اس اعتبار سے بڑی airthmetic زبان ہے کہ اس میں ہر لاکھ میں سے ننانوے ہزار نو سو ننانوے الفاظ ایسے آتے ہیں جن کی ایک جڑ ہوتی ہے، جسے مادہ کہتے ہیں۔ یہ مادہ عام طور پر سہ حرفی ہوتا ہے اور اس سے مختلف الفاظ بنتے چلے جاتے ہیں، بالکل ایسے ہی جیسے ایک درخت سے اس کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔ مادہ کی سادہ ترین مثال ع۔ ل۔ م ہے۔ اس مادہ سے عالم بنتا ہے، اور اسی سے معلوم، علامہ اور معلّم کے الفاظ وجود میں آتے ہیں۔ اِن الفاظ کا مفہوم اگرچہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے، تاہم اِن تمام مفاہیم کا مادہ کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے‘ جیسے درخت کی ہر شاخ کا تعلق اُس کی جڑ کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر یہ تعلق باقی نہ رہے تو وہ سوکھ جاتی ہے۔ عربی کے برعکس انگریزی زبان میں ایسا نہیں ہے۔ انگریزی میں preposition بدل جانے سے مفہوم بھی بالکل تبدیل ہو جاتا ہے۔ مثلاً "to give" کے معنی ہیں ”دینا“ مگر to give up کا مطلب اس سے بالکل مختلف ہے یعنی ترک کر دینا یا چھوڑ دینا۔ اب اس مفہوم کا give کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہا۔

جہاد و قتال کی لغوی بحث

جہاد کا مادہ ج۔ ہ۔ د (جہد) ہے۔ جہد کا لفظ اُردو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی کوشش کے آتے ہیں اور قتال کا مادہ ق۔ ت۔ ل (قتل) ہے‘ یہ بھی اُردو میں مستعمل ہے اور اِس کے معنی ہیں: کسی کو ہلاک کر دینا۔

”ج۔ ہ۔ د“ مادہ سے جہاد بنتا ہے یا پھر اس مادہ سے باب مفاعلہ سے مصدر مجاہدہ آتا ہے۔ اس باب کا خاصہ یہ ہے کہ اِس میں دو افراد یا دو گروہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں آتے ہیں۔ پس جہاد یا مجاہدہ کے معنی ہوں گے‘ کسی شے کے مقابلہ میں جدوجہد کرنا۔ اُردو اور فارسی میں جہاد اور مجاہدہ کے مترادف کوشش اور کشاکش کے الفاظ آتے ہیں۔ کشاکش میں کھینچ تان ہوتی ہے۔ ایک فرد یا ٹیم کسی چیز کو ایک طرف کھینچ رہی ہوتی ہے جبکہ دوسرا فرد یا ٹیم دوسری طرف۔ کوثر نیازی کا بہت پیارا شعر ہے ؎

کشاکشِ حس و دریا ہے دیدنی کوثر
الجھ رہے ہیں زمانے سے چند دیوانے

انگریزی میں جہاد کا مفہوم ہوگا to struggle against something یعنی کسی کے خلاف کوشش یا جدوجہد‘ کیونکہ struggle کے ساتھ against آتا ہے۔ گویا struggle کسی قوت کے خلاف ہوتی ہے۔

> اگر کسی معاشرے میں جاگیردار، سرمایہ دار‘ سردار اور وڈیرے غریبوں کے حقوق پر قبضہ کر لیں تو اُن کے خلاف جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ ہزاروں لاکھوں آدمی جانیں قربان کرتے ہیں‘ تب کہیں جا کر غاصب طبقے کے اقتدار کا خاتمہ ہوتا ہے۔ حصولِ حقوق کی یہ جدوجہد بھی جہاد ہے۔

قتل اور قتال کو بھی جہاد اور مجاہدہ پر قیاس کر لیجیے۔ قتل یک طرفہ عمل ہے۔ کوئی شخص کہیں سے گزر رہا ہو اور دوسرا اسے شوٹ کر دے تو یہ عمل قتل ہے۔ اس میں مقابلہ شامل نہیں ہے۔ اس کے برعکس قتال دو طرفہ عمل ہے۔ جب دو جنگجو یا دو متحارب گروپ باہم مقابلے میں آئیں اور ایک دوسرے کو قتل کرنا چاہیں تو یہ قتال یا مقاتلہ ہوگا۔ کیونکہ یہاں ایک دوسرے کے قتل کے لیے مقابلہ ہو رہا ہے۔

جہاد سے متصل اصطلاحات

جہاد کے ساتھ مزید اصطلاحات بھی آتی ہیں جو اس کے مقصد کا تعین کرتی ہیں‘ مثلاً ”فی سبیل اللہ“ (اللہ کی راہ میں)‘ فی سبیل الاشتراکیت (اشتراکیت کے قیام کے لیے)‘ فی سبیل الجمہوریت (جمہوری نظام کے لیے)‘ فی سبیل الحریت (حصولِ آزادی کے لیے) وغیرہ۔ یہاں زیر بحث اصطلاح ”فی سبیل اللہ“ ہے۔

قرآن حکیم میں اِس اصطلاح کو پورے طور پر develop ہونے میں وقت لگا ہے۔ ابتدائی مکی سورتوں میں ”فی سبیل اللہ“ کے الفاظ استعمال نہیں کیے گئے بلکہ ”فی اللہ“ کہا گیا‘ جیسے سورۃ الحج میں فرمایا گیا ہے:

﴿ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ ...... ﴾

”جہاد کرو اللہ کے لیے جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔ (اپنے نصیب پر فخر کرو کہ) اُس نے تمہیں چن لیا ہے۔“

اسی طرح سورۃ العنکبوت میں فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ ...... ﴾

”وہ لوگ جو ہماری راہ میں (ہمارے لیے) جہاد کرتے ہیں‘ ہم لازماً اُن پر اپنے راستے کشادہ کر دیں گے۔“

جہاد کے ذرائع

اب سوال یہ ہے کہ جنگ یا جہاد کس چیز سے ہوگا؟ اِس کے ذرائع کیا ہوں گے؟ جہاد کے ذرائع درج ذیل ہیں:

جہاد بالمال‘ جہاد بالنفس:

قرآن حکیم میں جہاں جہاد کا تذکرہ ہوتا ہے وہاں اکثر و بیشتر دو ہی الفاظ آتے ہیں ”باموالکم“ اور ”بانفسکم“‘ یعنی اپنے مالوں کے ساتھ جہاد کرو اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے مال خرچ کرنا مال کے ساتھ جہاد ہے اور محنت و مشقت اور تگ و دو جسم و جان کے ساتھ جہاد ہے۔ اس کے علاوہ راہِ خدا میں جو وقت لگایا جاتا ہے وہ بھی گویا جان ہی کا استعمال ہوتا ہے۔ وہ بھی جہاد بالنفس کے ذیل میں آتا ہے۔ سورۃ الحجرات میں جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کا

تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (۱۵) ﴾

"(کامل) ایماندار تو وہی ہیں جو ایمان لے آئے اللہ اور اس کے رسول پر، پھر اس میں کبھی شک نہیں کیا اور جہاد کرتے رہے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں۔ یہی لوگ سچے ہیں۔"

اور سورۃ الصف میں فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (۱۰) تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ (۱۱) ﴾

"اے ایمان والو! کیا میں تمہیں آگاہ کروں ایسی تجارت سے جو بچا لے تمہیں دردناک عذاب سے۔ (وہ تجارت یہ ہے کہ) تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے۔

جہاد بالقرآن

جہاد کے ضمن میں تیسری چیز جس کا قرآن حکیم میں ذکر ہوا ہے وہ ہے جہاد بالقرآن یعنی قرآن کے ساتھ جہاد۔ مکی زندگی میں نبی اکرم ﷺ کی شدید مخالفت ہو رہی تھی۔ کفار و مشرکین کی طرف سے شدید دباؤ پڑ رہا تھا۔ کہا جا رہا تھا کہ محمد! تم اتنی سختی نہ کرو، کچھ ہماری مان لو، کچھ ہم تمہاری مان لیتے ہیں" کچھ لو، کچھ دو" کا معاملہ کر لو۔ ایسے حالات میں نبی اکرمؐ سے خطاب کرتے ہوئے انہیں کفار کا کہا ماننے سے منع کیا گیا اور ساتھ ہی فرمایا گیا کہ آپ اُن کے خلاف قرآن کے ساتھ جہاد کیجیے۔

﴿ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (۵۲) ﴾ (الفرقان)

"پس کافروں کی پیروی نہ کرو اور خوب ڈٹ کر مقابلہ کرو ان کا قرآن (کی دلیلوں) سے۔"

اس آیت میں جہاد کے ضمن میں بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ کے بجائے "بِهٖ" آیا ہے جس میں "ہ" ضمیر قرآن کے لیے آئی ہے۔ یعنی آپ کفار کے خلاف قرآن حکیم کے ذریعے جہاد کیجیے۔

جہاد بالقلب

ذرائع جہاد کے ضمن میں قرآن حکیم میں متذکرہ تین ہی اصطلاحات آئی ہیں، البتہ حدیث میں مزید تین اصطلاحات کا تذکرہ ہے۔ اُن میں سے ایک جہاد "فی القلب" ہے جس کا مطلب ہے کسی برائی سے شدید نفرت رکھنا۔

جہاد باللسان

جہاد بالقلب سے بلند تر درجہ جہاد باللسان کا ہے۔ جہاد باللسان یہ ہے کہ غلط اور باطل نظریات کے خلاف زبان کے ساتھ جہاد کیا جائے، ڈنکے کی چوٹ پر غلط کو غلط کہا جائے، بلاخوف و خطر اِس حقیقت کا پرچار کیا جائے کہ یہ نظام طاغوتی ہے، ظالمانہ ہے۔ اِس میں دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہے۔ اُس کی بنا پر امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو رہا ہے۔ جہاد باللسان ہی کی ایک صورت جہاد بالقلم بھی ہے۔ یعنی مضامین کے ذریعے، کتابوں کے ذریعے، رسائل و جرائد کے ذریعے حق کی نشر و اشاعت اور باطل کا بطلان کرنا۔ اس کے علاوہ الیکٹرانک میڈیا آڈیو ویڈیو کیسٹوں، ٹی وی اور انٹرنیٹ کے ذریعے دینی دعوت کا فروغ بھی جہاد باللسان ہے۔

جہاد بالید

جہاد باللسان سے بھی بلند اور اونچا مقام "جہاد بالید" کا ہے۔ "ید" کے لفظی معنی "ہاتھ" کے ہیں، اس سے مراد "طاقت" ہے۔ چنانچہ ہاتھ سے جہاد کا مطلب طاقت اور قوت سے باطل کے خلاف جدوجہد کرنا ہے۔

جہاد کی سطحیں

جہاد کی تین سطحیں ہیں: جہاد زندگانی، جہاد فی سبیل الحقوق اور جہاد فی سبیل النظریہ والنظام۔ ہم ہر ایک پر الگ الگ بحث کرتے ہیں۔

پہلی سطح: جہاد زندگانی

ہر ذی حیات اپنی بقا کے لیے جہاد کرتا ہے اور اپنے آپ کو برقرار رکھنے کے لیے کشاکش میں مصروف رہتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک طالب علم آدھی آدھی رات تک جاگتا اور مطالعہ میں مصروف رہتا ہے۔ وہ یہ محنت کس لیے کرتا ہے؟ محض اس لیے تاکہ امتحان میں اچھے نمبر حاصل کر سکے اور اپنے مستقبل کو بہتر بنا سکے۔ اس کی یہ محنت و مشقت جہاد زندگانی ہے۔ اسی طرح جب کسی ادارے میں آسامی خالی ہوتی ہے اور اخبار میں اس کا اشتہار آتا ہے تو بہت سے لوگ اس کے لیے اپلائی (Apply) کرتے ہیں۔ بڑی سے بڑی سفارش کروائی جاتی ہے تاکہ وہ ملازمت حاصل کی جا سکے۔ یہ گویا اپنی بقا کے لیے جہاد ہے، جسے انگریزی میں Struggle for Existance کہیں گے۔ اسے جہاد فی سبیل الحیات بھی کہا جا سکتا ہے۔ جہاد زندگانی کے متعلق اقبال کہتے ہیں ۔

پریس ریلیز

7 جولائی 2006ء

ہمارے گناہوں کے نتیجے میں ہم پر ایسے حکمران مسلط ہیں جو اللہ کی اطاعت کی بجائے امریکہ کی چاکری کر رہے ہیں

حافظ عاکف سعید

اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت ایمان کا لازمی تقاضا ہے، مگر افسوس آج مسلمانوں کی اکثریت بے عملی کا شکار ہے اور اپنی معاشرت، معیشت اور تمدن میں غیر اسلامی اطوار اختیار کر چکی ہے۔ ہر طرف زر پرستی اور مادہ پرستی کا غلبہ ہے۔ اجتماعی سطح پر دیکھا جائے تو ملک میں ساٹھ سال سے اللہ کی نافرمانی اور بغاوت پر مبنی طاغوتی نظام چل رہا ہے اور ہمارے حکمران اِس کو نہ صرف تحفظ دے رہے بلکہ مستحکم بنا رہے ہیں۔ اِن خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح، لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے گناہوں اور جرائم کا نتیجہ ہے کہ ہم پر ایسے حکمران مسلط ہیں جو اللہ کی اطاعت کی بجائے امریکہ کی چاکری کر رہے ہیں۔ نائن الیون کے بعد حکمرانوں نے امریکی ڈکٹیشن پر ہر ہر معاملے پر یوٹرن لیا۔ اور اب بھی جب کوئی امریکی عہدیدار یہاں آتا ہے "Do more" کا تقاضا کرتا ہے، مگر افسوس اس "فرمانبرداری" کے باوجود سوائے ذلت و رسوائی کے ہمیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ امیر تنظیم نے کہا کہ آج ہمارا بھروسہ امریکہ پر ہے، جبکہ ایمان کی پکار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر کامل توکل کیا جائے۔ اگرچہ اسلام اسباب اختیار کرنے سے منع نہیں کرتا۔ وہ دشمنوں کے مقابلے میں بھرپور تیاری کا حکم دیتا ہے، مگر مسلمان کے لیے سب سے بڑی قوت ایمان اور اُس کا سب سے بڑا ہتھیار اللہ پر توکل اور اعتماد ہے۔ تاریخ کا سبق یہ ہے کہ جب تک مسلمان اللہ کی اطاعت اور اُس پر بھروسہ کرتے رہے سربلندی اور کامرانی اُن کا مقدر رہی، مگر جب فتح و کامرانی کی بنیاد مادی اسباب کو سمجھا گیا تو عددی کثرت کے باوجود انہیں ہزیمت اُٹھانا پڑی۔ امیر تنظیم نے واضح کیا کہ ملت اسلامیہ پاکستان کے لیے موجودہ ذلت و رسوائی سے نجات کا ایک ہی راستہ ہے اور انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی کامل اطاعت ہے۔ (شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

جہاد زندگانی تو ہر بندۂ مومن بھی کرتا ہے کیونکہ اسے بھی اپنے آپ کو سپورٹ کرنا اور زندگی کے تقاضے پورے کرنے ہوتے ہیں۔ معاشی جدوجہد اس کی بھی ضرورت ہے۔اس جدوجہد میں مقابلہ بھی ہوتا ہے فرض کیجیے اس نے ایک دکان کھولی اس کے ساتھ کسی اور نے دکان کھول لی۔ظاہر ہے اب اشیاء کی قیمتوں اور نفع کی شرح میں مقابلہ ہوگا۔ اگر اس مقابلہ میں صاحب ایمان تاجر شریعت کے اصولوں کی پاسداری کرے جھوٹ، خیانت، دھوکہ دہی اور حرام خوری سے مجتنب رہے تو اس کی یہ معاشی تگ ودو یہ جہاد زندگانی اس کے بلندی درجات کا ذریعہ بن جائے گا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

((التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدقین والشھدا))(رواہ الترمذی)

''سچا اور امانت دار تاجر روزِ قیامت انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔''

اسی طرح محنت و مشقت سے روزی کمانے والے بندۂ مومن کے بارے میں آپؐ نے فرمایا:

((الکاسب حبیب اللّٰہ))

''(حلال ذریعے) سے کمائی کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔''

بلاشبہ آپؐ کا یہ فرمان مزدوروں کے لیے بہت بڑی بشارت ہے۔

دوسری سطح: جہاد فی سبیل الحقوق

اگر کوئی قوم اپنے غضب شدہ حق کے لیے جدوجہد کرتی ہے تو حصول حقوق کی یہ جدوجہد بھی جہاد ہے۔اگر کسی معاشرے میں جاگیردار، سرمایہ دار، سردار اور وڈیرے غریبوں کے حقوق پر قبضہ کرلیں تو اُن کے خلاف جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ ہزاروں لاکھوں آدمی جانیں قربان کرتے ہیں تب کہیں جا کر غاصب طبقے کے اقتدار، بادشاہت اور فیوڈل ازم کا خاتمہ ہوتا ہے۔ انقلاب فرانس اِسی جدوجہد کی مثال ہے۔

آزادی کے حصول کے لیے کی جانے والی جدوجہد بھی جہاد فی سبیل الحقوق کے ذیل میں آتی ہے۔ یہ جہاد بلاتفریق مذہب وملت، ہر قوم کرتی ہے مثلاً برصغیر میں انگریزوں کی غلامی سے نجات کے لیے مسلمان اور ہندو ہر دو قوموں نے جدوجہد کی۔جنوبی افریقہ میں نیلسن منڈیلا کی قیادت میں عیسائیوں نے اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کی۔سیاسی آزادی کے علاوہ معاشی توازن یا معاشرتی مساوات کے لیے کی جانے والی کوششیں بھی جہاد فی سبیل الحقوق کے زمرے میں آتی ہیں۔

جہاد آزادی اور جہاد فی سبیل اللہ کو گڈمڈ نہیں کیا جانا چاہیے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں جدوجہد آزادی اور جہاد فی سبیل اللہ میں فرق نہیں کیا گیا۔گزشتہ صدی میں الجزائر میں جہاد حریت ہوا تو اسے جہاد فی سبیل اللہ کا نام دے دیا گیا حالانکہ یہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں تھا۔اگر ایسا ہوتا تو اِس کے نتیجے میں لازماً اسلامی حکومت قائم ہوتی۔مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ ایک سوشلسٹ اسٹیٹ قائم ہوئی۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جسے ہم آم کا درخت سمجھتے رہے وہ آم کا درخت نہیں تھا کوئی اور درخت تھا۔اسی طرح روسیوں کے خلاف افغانیوں کی جنگ بھی آزادی کی جنگ تھی مگر اسے بھی جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا گیا۔ حالانکہ اِس جہاد میں جہاد فی سبیل اللہ کی شرائط نہیں پائی جاتی تھیں۔

روسیوں کے خلاف افغانیوں کی جنگ' آزادی کی جنگ تھی' مگر اسے بھی جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا گیا۔حالانکہ اِس جہاد میں جہاد فی سبیل اللہ کی شرائط نہیں پائی جاتی تھیں

جہاد کشمیر بھی جہاد آزادی ہے مگر اسے بھی غلط طور پر جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا جا رہا ہے۔ اسے جہاد فی سبیل الحریت ہی کہا جائے گا۔ یہی درست مؤقف ہو گا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس ضمن میں بھی میری رائے یہ ہے کہ اگر کشمیر میں مسلح جدوجہد کے بجائے عوامی سیاسی تحریک چلائی جاتی تو اس کی کامیابی کے زیادہ امکانات تھے۔کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ کشمیر میں ایک لاکھ کے قریب لوگ جانیں دے چکے ہیں مگر کامیابی کا تاحال دور دور تک کوئی امکان دکھائی نہیں دیتا بلکہ ایسا لگتا ہے کہ ہم نے جہاں سے سفر شروع کیا تھا اس سے بھی پیچھے چلے گئے ہیں۔اب پاکستان نے بھی کشمیریوں کی جدوجہد سے ہاتھ کھینچ لیا اور ''توبہ'' کرلی ہے۔ چنانچہ کل تک جو لوگ مجاہد تھے آج انہیں دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔

جب مسلمان اسلامی نظریۂ زندگی کی اشاعت اور اُس کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کے لیے جدوجہد کرتے ہیں تو یہ جدوجہد سچائی اور انصاف پر مبنی نظام کے قیام کے لیے جہاد ہوتا ہے۔ اس پاکیزہ جدوجہد کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے

تیسری سطح: جہاد فی سبیل النظریہ والنظام

کسی خاص نظریے کی اشاعت یا اُس پر مبنی نظام کے قیام کی جدوجہد جہاد فی سبیل النظریہ والنظام کہلاتی ہے۔یہ نظریہ صحیح بھی ہوسکتا ہے غلط بھی۔اسی طرح اس پر مبنی نظام بھی صحیح یا غلط ہوسکتا ہے۔اگر ایک شخص کسی نظریے کے متعلق یہ خیال کرتا ہے وہ صحیح ہے عدل وانصاف پر مبنی ہے اور پھر اس نظریے اور اس پر مبنی نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کرتا ہے اپنا مال خرچ کرتا ہے جسمانی صلاحیتیں لگاتا ہے تو یہ نظریہ اور نظام کے لیے جہاد ہے جو انسانی سطح پر سب سے اونچا جہاد ہے۔مثال کے طور پر ماضی قریب میں مارکس اور انجلز نے مارکسزم کا نظریہ پیش کیا اور اس کی بنیاد پر کمیونزم کا نظام قائم ہوا۔جن لوگوں نے اِس نظریہ کے غلبہ کے لیے جدوجہد کی انہوں نے گویا نظام کے لیے جہاد کیا۔

باطل نظریات اور نظام کے برعکس جب مسلمان اسلامی نظریۂ زندگی کی اشاعت اور اُس کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کے لیے جدوجہد کرتے ہیں تو یہ جدوجہد سچائی اور انصاف پر مبنی نظام کے قیام کے لیے جہاد ہوتا ہے۔اس پاکیزہ جدوجہد کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

جہاد فی سبیل النظریہ والنظام کی مزید تین منزلیں ہیں۔سب سے پہلی یہ ہے کہ انسان جس نظریے کو صحیح خیال کرتا ہے اس پر خود عمل پیرا بھی ہو ورنہ وہ جھوٹا ہوگا۔فرض کریں ایک شخص مارکسزم کا قائل ہے زمینداری کو ''حرام'' سمجھتا ہے۔مگر خود سب سے بڑا زمیندار ہے تو اسے آپ کیا کہیں گے یہی نا کہ وہ جھوٹا اور فریبی ہے۔کمیونزم کے حق میں دلائل تو دے رہا ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا۔جاگیرداری کا مخالف ہے مگر اسے ترک نہیں کرتا وہ اپنے تئیں کمیونسٹ ہے مگر اس کی دوستیاں سرمایہ داروں کے ساتھ ہیں۔

دوسری منزل یہ ہے کہ آدمی اس نظریے کو عام کرے معاشرے میں پھیلائے اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائے اور اس مقصد کے لیے تمام ممکنہ ذرائع بروئے کار لائے کیونکہ اسی جدوجہد کے نتیجے میں اسے وہ لوگ میسر آئیں گے جو اس نظریہ کو قبول کریں گے۔

تیسری منزل یہ ہے کہ آدمی نظریے پر مبنی نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کرے۔اسے انقلابی جدوجہد کہا جاتا ہے اور اِس کے نتیجے میں جو تبدیلی آتی ہے اُسے انقلاب کہتے ہیں۔یہ سب سے مشکل کام ہے کیونکہ ہر نظام کے ساتھ مراعات یافتہ طبقات کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں۔نظام کی تبدیلی سے اُن کے مفادات پر آنچ آتی ہے لہٰذا جب بھی انقلابی پارٹی نظام کی تبدیلی کی کوشش کرتی ہے یہ طبقات اُس کی شدید مخالفت کرتے ہیں۔ چنانچہ اب دونوں قوتوں کے مابین شدید مقابلہ ہوتا ہے۔ظاہر ہے کہ جب تک رائج الوقت نظام کو جڑ سے اکھاڑ نہیں دیا جاتا نیا نظام قائم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ انقلابی جدوجہد جہاد کی سب سے اونچی اور کٹھن منزل ہے جس میں جانوں کا نذرانہ بھی دینا پڑتا ہے تب کہیں جا کر گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے۔(مرتب: محبوب الحق عاجز)

خلافتِ راشدہ

عصبیتوں سے پاک جمہوری حکومت

مرسلہ: قاضی عبدالقادر

خلافتِ راشدہ کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ اُس زمانے میں ٹھیک ٹھیک اسلام کے اصول اور اس کی رُوح کے مطابق قبائلی، نسلی اور وطنی عصبیتوں سے بالاتر ہو کر تمام لوگوں کے درمیان یکساں سلوک کیا گیا۔

رسول ﷺ کی وفات کے بعد عرب کی قبائلی عصبیتیں ایک طوفان کی طرح اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ مدعیانِ نبوت کے ظہور اور ارتداد کی تحریک میں یہی عامل سب سے زیادہ مؤثر تھا۔ مُسیلمہ کے ایک پیرو کا قول تھا کہ "میں جانتا ہوں مُسیلمہ جھوٹا ہے، مگر ربیعہ کا جھوٹا (نبی) مضر کے سچے (نبی) سے اچھا ہے" (معاذ اللہ)۔ ایک دوسرے مدعیٔ نبوت طلیحہ کی حمایت میں بنی غطفان کے ایک سردار نے کہا تھا کہ "خدا کی قسم! اپنے حلیف قبیلوں کے ایک نبی کی پیروی کرنا قریش کے نبی کی پیروی سے مجھ کو زیادہ محبوب ہے۔" خود مدینہ میں جب حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو حضرت سعدؓ بن عُبادہ نے قبائلی عصبیت ہی کی بنا پر اُن کی خلافت تسلیم کرنے سے اجتناب کیا تھا۔ اسی طرح حضرت ابوسفیانؓ کو بھی عصبیت ہی کی بنا پر اُن کی خلافت ناگوار ہوئی تھی اور انہوں نے حضرت علیؓ سے جا کر کہا تھا کہ "قریش کے سب سے چھوٹے قبیلے کا آدمی کیسے خلیفہ بن گیا، تم اُٹھنے کے لیے تیار ہو تو میں وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔" مگر حضرت علیؓ نے یہ جواب دے کر ان کا منہ بند کر دیا کہ "تمہاری یہ بات اسلام اور اہلِ اسلام کی دشمنی پر دلالت کرتی ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ تم کوئی سوار اور پیادے لاؤ۔ مسلمان سب ایک دوسرے کے خیر خواہ اور آپس میں محبت کرنے والے ہوتے ہیں، خواہ اُن کے دیار اور اجسام ایک دوسرے سے کتنے ہی دُور ہوں، البتہ منافقین ایک دوسرے کی کاٹ کرنے والے ہوتے ہیں۔ ہم ابوبکرؓ کو اس منصب کا اہل سمجھتے ہیں۔ اگر وہ اہل نہ ہوتے تو ہم لوگ کبھی انہیں اس منصب پر مامور نہ ہونے دیتے۔"

اس ماحول میں جب حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ نے بے لاگ اور غیر متعصبانہ طریقے سے نہ صرف تمام عرب قبائل، بلکہ غیر عرب نومسلموں کے ساتھ بھی منصفانہ برتاؤ کیا، اور خود اپنے خاندان اور قبیلے کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے سے قطعی مجتنب رہے، تو ساری عصبیتیں دب گئیں اور مسلمانوں میں وہ بین الاقوامی روح اُبھر آئی جس کا اسلام تقاضا کرتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اپنے قبیلے کے کسی شخص کو حکومت کا کوئی عہدہ نہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے پورے دورِ حکومت میں اپنے قبیلے کے صرف ایک صاحب کو، جن کا نام نعمان بن عدی تھا، بصرے کے قریب میسان نامی چھوٹے سے علاقے کا تحصیلدار مقرر کیا، اور اس عہدے سے بھی ان کو تھوڑی ہی مدت بعد معزول کر دیا۔ اس لحاظ سے اِن دونوں خلفاء کا طرزِ عمل درحقیقت مثالی تھا۔

> خلفاء بازاروں میں کسی محافظ دستے، اور ہٹو بچو کے اہتمام کے بغیر عوام کے درمیان چلتے پھرتے تھے۔ ان تمام مواقع پر ہر شخص کو انہیں ٹوکنے، ان پر تنقید کرنے اور ان سے محاسبہ کرنے کی کھلی آزادی تھی، اور اس آزادی کے استعمال کی وہ محض اجازت ہی نہ دیتے تھے بلکہ اس کی ہمت افزائی کرتے تھے

حضرت عمرؓ کو اپنے آخری زمانے میں اس بات کا خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ان کے بعد عرب کی قبائلی عصبیتیں جو اسلامی تحریک کے زبردست انقلابی اثر کے باوجود بھی بالکل ختم نہیں ہو گئی تھیں پھر نہ جاگ اٹھیں اور ان کے نتیجے میں اسلام کے اندر فتنے برپا ہوں۔ چنانچہ آخری وقت انہوں نے حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت سعدؓ بن وقاص کو بلا کر ہر ایک سے کہا: "اگر میرے بعد تم خلیفہ ہو تو اپنے قبیلے کے لوگوں کو عوام کی گردنوں پر سوار نہ کر دینا۔" مزید برآں چھ آدمیوں کی انتخابی شوریٰ کے لیے انہوں نے جو ہدایات چھوڑیں، ان میں دوسری باتوں کے ساتھ ایک بات یہ بھی شامل تھی کہ منتخب خلیفہ اس امر کا پابند رہے کہ وہ اپنے قبیلے کے ساتھ کوئی امتیازی برتاؤ نہ کرے گا۔

خلافت کی اہم ترین خصوصیات میں سے ایک یہ تھی کہ اس میں تنقید اور اظہارِ رائے کی پوری آزادی تھی اور خلفاء ہر وقت اپنی قوم کی دسترس میں تھے۔ وہ خود اپنے اہلِ شوریٰ کے درمیان بیٹھتے اور مباحثوں میں حصہ لیتے تھے۔ اُن کی کوئی سرکاری پارٹی نہ تھی نہ اُن کے خلاف کسی پارٹی کا کوئی وجود تھا۔ آزادانہ فضا میں ہر شریک مجلس اپنے ایمان وضمیر کے مطابق رائے دیتا تھا۔ تمام حالات اہلِ حل وعقد کے سامنے بے کم وکاست رکھ دیے جاتے اور کچھ چھپا کر نہ رکھا جاتا۔ فیصلے دلیل کی بنیاد پر ہوتے تھے نہ کہ کسی کے رُعب واثر یا کسی کے مفاد کی پاسداری یا کسی جتھہ بندی کی بنیاد پر۔ پھر یہ خلفاء اپنی قوم کا سامنا صرف شوریٰ کے واسطہ ہی سے نہ کرتے تھے، بلکہ براہِ راست ہر روز پانچ مرتبہ نماز باجماعت میں، ہر ہفتے جمعہ کے اجتماع میں، ہر سال عیدین اور حج کے اجتماعات میں اُن کو قوم سے اور قوم کو اُن سے سابقہ پیش آتا تھا۔ اُن کے گھر عوام کے درمیان تھے اور کسی حاجب و دربان کے بغیر اُن کے دروازے ہر شخص کے لیے کھلے ہوتے تھے۔ وہ بازاروں میں کسی محافظ دستے، اور ہٹو بچو کے اہتمام کے بغیر عوام کے درمیان چلتے پھرتے تھے۔ ان تمام مواقع پر ہر شخص کو انہیں ٹوکنے، ان پر تنقید کرنے، اور ان سے محاسبہ کرنے کی کھلی آزادی تھی، اور اس آزادی کے استعمال کی وہ محض اجازت ہی نہ دیتے تھے بلکہ اس کی ہمت افزائی کرتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت کی پہلی ہی تقریر میں علی الاعلان کہہ دیا تھا کہ اگر میں سیدھا چلوں تو میری مدد کرو، اگر ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ جمعہ کے خطبہ میں اس رائے کا اظہار کیا کہ کسی شخص کو نکاح میں چار سو درہم سے زیادہ مہر باندھنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ایک عورت نے انہیں وہیں ٹوک دیا کہ آپ کو ایسا حکم دینے کا حق نہیں ہے۔ قرآن ڈھیر سا مال (قنطار) مہر میں دینے کی اجازت دیتا ہے۔ آپؓ اس کی حد مقرر کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فوراً اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ ایک اور موقع پر بھرے مجمع میں حضرت سلمان فارسیؓ نے اُن سے محاسبہ کیا کہ سب کے حصے میں ایک ایک چادر آئی ہے، آپؓ نے دو چادریں کیسے لے لیں۔ حضرت عمرؓ نے اُسی وقت اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کی شہادت پیش کر دی کہ دوسری چادر انہوں نے اپنے والد کو مستعار دی ہے۔ ایک دفعہ اپنی مجلس میں انہوں نے

لوگوں سے پوچھا: اگر میں بعض معاملات میں ڈھیل اختیار کرلوں تو تم کیا کرو گے۔ حضرت بشر بن سعدؓ نے کہا: اگر آپؓ ایسا کریں گے تو ہم آپؓ کو تیر کی طرح سیدھا کردیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تب تو تم کام کے لوگ ہو۔

سب سے زیادہ سخت تنقیدوں سے حضرت عثمانؓ کو سابقہ پیش آیا' اور انہوں نے کبھی کسی کا منہ زبردستی بند کرنے کی کوشش نہ کی' بلکہ ہمیشہ اعتراضات اور تنقیدوں کے جواب میں برسرِ عام اپنی صفائی پیش کی۔

حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں خوارج کی انتہائی بدزبانیوں کو بڑے ٹھنڈے دل سے برداشت کیا۔ ایک مرتبہ پانچ خارجی ان کے پاس گرفتار کرکے لائے گئے جو علی الاعلان ان کو گالیاں دے رہے تھے اور ان میں سے ایک برسرِ عام کہہ رہا تھا کہ اللہ کی قسم میں علیؓ کو قتل کردوں گا' مگر حضرت علیؓ نے ان سب کو چھوڑ دیا اور اپنے آدمیوں سے فرمایا کہ ان کی بدزبانی کا جواب تم چاہو تو بدزبانی سے دے لو' مگر جب تک وہ عملاً کوئی باغیانہ کارروائی نہیں کرتے' محض زبانی مخالفت کوئی ایسا جرم نہیں ہے' جس کی وجہ سے ان پر ہاتھ ڈالا جائے۔

خلافتِ راشدہ کا یہ دور جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے' ایک روشنی کا مینار تھا جس کی طرف بعد کے تمام ادوار میں فقہاء و محدثین اور عام دیندار مسلمان ہمیشہ دیکھتے رہے اور اسی کو اسلام کے مذہبی' سیاسی' اخلاقی اور اجتماعی نظام کے معاملہ میں معیار سمجھتے رہے۔

✿ ✿ ✿

✿✿ضرورت رشتہ✿✿

لاہور میں رہائش پذیر' لیڈی ڈاکٹر (Dentist)' ذات راجپوت' شرعی پردے کی پابند' دینی مزاج کی حامل کے لیے دینی مزاج رکھنے والے تعلیم یافتہ برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

(ذات پات کی قید نہیں)

برائے رابطہ: 042-6652889 6664043

☆☆☆

تحریکی دینی گھرانے کے ریٹائرڈ گورنمنٹ آفیسر کی ایم اے (اُردو)' دراز قامت بیٹی کے لیے لاہور میں رہائش پذیر (ذاتی رہائش) ترجیحاً راجپوت بھٹی' دینی گھرانے سے تعلیم یافتہ' گورا رنگ' دراز قد' برسرِ روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔

خلیل احمد' فون (رہائش): 042-7582376

لمحہ فکریہ

ایک چشم کشا' ہوش ربا خبر

چند دن پہلے دارالحکومت اسلام آباد میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا' جس نے حساس دلوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس واقعہ نے ظالمانہ سماج کے چہرے سے نقاب اتار دیا ہے اور یہ حقیقت کھول کر بیان کردی ہے کہ ملک میں غریب اور کمزور طبقات تو درکنار کسی کو بھی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ حاصل نہیں ہے۔ ہر جگہ اندھی طاقت اور قوت کی حکمرانی ہے' جس کے شکنجے میں انسانیت سسک رہی ہے۔ ممکن ہے اِس واقعہ کو بھی درخورِ اعتناء نہ سمجھا جائے' مگر اِس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کیا جانا چاہیے کہ جس معاشرے میں بھی جنگل کا قانون رائج ہو جائے اُسے بکھرنے سے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی' خواہ نام نہاد روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے کتنے ہی فلک شگاف نعرے لگائے جائے۔ اس واقعہ کو روزنامہ نوائے وقت کے کالم نگار آفتاب اقبال نے اپنے مخصوص انداز میں قلم بند کیا ہے۔ ہم مذکورہ اخبار کے شکریے کے ساتھ یہاں اُن کے مضمون ''فوجی' چھینٹی' مخبری اور عزیزی'' سے چند اقتباسات پیش کررہے ہیں۔ (ادارہ)

ہمارے اکثر قارئین کو معلوم ہے کہ عزیزی ناہنجار کی دوستی ہمارے لیے ہمیشہ ہی باعثِ شرم رہی ہے مگر ہم اسے اس کی مخبرانہ صلاحیتوں کی وجہ سے برداشت کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس کی مخبریاں صرف سیاسی ہی نہیں اور طرح کی بھی ہوتی ہے۔

چند روز پہلے اس نے ایک سنسنی خیز خبر دی تھی مگر ہم نے نہ جانے کیوں اس پر یقین نہیں کیا۔ تاہم آج ڈیٹ لائن اسلام آباد کے ساتھ یہ خبر ایک اردو اخبار کے صفحہ اول پر مع تصویر چھپ گئی ہے۔ خبر یہ ہے کہ بچوں کی لڑائی پر آئی ایس آئی کے ایک سینئر افسر نے عملے کے ذریعے ایک 80 سالہ ریٹائرڈ بریگیڈئر کے 18 سالہ بیمار پوتے کو مبینہ طور پر گھر سے اُٹھوایا جبکہ بریگیڈئر اور اس کی بہو کو بھی زبردستی ''ڈالے'' میں پھینک کر ایک جنگل پہنچایا اور آنکھوں پر پٹی باندھنے کی کوشش کی وغیرہ وغیرہ۔ دیگر تفصیلات کے مطابق مذکورہ بریگیڈئر نے صدر پرویز مشرف کو اپنی وردی اور اعزازات واپس بھیجنے اور ہمیشہ کے لیے ملک چھوڑ جانے کا پیغام بھیجا ہے جبکہ صدر نے اپنے ملٹری سیکرٹری کے ذریعے انہیں معاملے کی انکوائری اور دادرسی کی یقین دہانی کروائی ہے جس پر بریگیڈئر صاحب نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے فی الحال اپنے ارادے کو موخر فرما دیا ہے۔

ناہنجار کی اس مخبری میں ہمارے لیے سامانِ حیرت بکثرت موجود ہے۔ پہلی حیرت ہمیں اس بات پر ہوئی کہ اس قدر خفیہ خبر' ناہنجار کے ہاتھ کیسے جا لگی۔ دوسری یہ کہ اگر یہ خبر من و عن سچ پر مبنی ہے تو پھر دیکھنا یہ پڑے گا کہ کیا حساس ترین ادارے کے افسر اور اہلکار آج کل اس قدر ''فارغ البال'' ہیں کہ ''بالوں'' یعنی بچوں کی لڑائی کو اتنی دور تک پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور وہ تو شکر ہے کہ مدمقابل کوئی ''بلڈی سویلین'' نہیں تھا ورنہ یہاں تو کشتوں کے پشتے لگ جاتے۔

اور آخری حیرت ظاہر ہے ہمیں اس بات پر ہوئی کہ وطن عزیز کو شاہراہ ترقی پر گامزن کرنے میں مصروف صدر مملکت کے پاس اتنا وقت کہاں سے آگیا کہ وہ مظلومین کی دادرسی انفرادی سطح پر بھی کرنے لگیں۔ اس کی وجہ بتاتے ہوئے ہنجار نے ہمیں کوڑھ مغز اور احمق وغیرہ کہنے کی گستاخی تو کی مگر ہم صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کیس میں چونکہ مدعی بھی فوجی ہے اور ملزم بھی فوجی' چنانچہ یہاں تو صدر کی دلچسپی دوگنا بنتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ حساس ادارے کے اہلکاروں نے اگر کسی یونیورسٹی پروفیسر' سینئر وکیل' ہارٹ سپیشلسٹ' بینکر یا بزنس مین کو یوں ''دھویا'' ہوتا تو کیا صدر مشرف اس کا نوٹس لینا بھی گوارا کرتے۔

عمادالدین زنگی کی شہادت

جس وقت عمادالدین بعلبک کو فتح کرنے کے بعد اِسی تاریخی شہر میں قیام کیے ہوئے تھا' صلیبیوں نے اُس کے خلاف ایک چال چلی، وہ اِس طرح کہ اِس سے پہلے فرانس اور قسطنطنیہ کا جو متحدہ لشکر عمادالدین سے ٹکرانے کے لیے آیا تھا اور عمادالدین نے اُسے شکست دی تھی' اِس شکست کے بعد فرانسیسی لشکر یروشلم کے بادشاہ بالڈون کی طرف چلا گیا' جبکہ قسطنطنیہ والے واپس اپنے شہر قسطنطنیہ چلے گئے۔

عمادالدین زنگی کے ہاتھوں جب اِن دونوں لشکروں کی شکست کی خبریں یورپ پہنچیں تو جرمنی نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا تاکہ عمادالدین سے صلیبیوں کی شکست کا انتقام لیا جا سکے۔ یورپ اور یروشلم کے عیسائیوں کے درمیان طے پایا کہ ایک لشکر یروشلم سے نکل کر بحرین کا رُخ کرے۔ دوسرا لشکر جس میں جرمن اور رومی ہوں گے' وہ بھی بحرین کا رُخ کرے گا اور بحرین میں دونوں لشکر متحد ہو کر عمادالدین کے خلاف کارروائی کریں گے۔

اپنے جاسوسوں کے ذریعے یہ خبر ملتے ہی عمادالدین بڑی تیزی کے ساتھ بعلبک سے نکلا اور اُس نے بحرین کا رُخ کیا۔ یروشلم اور فرانس کے بادشاہوں کا ارادہ تھا کہ وہ بحرین میں داخل ہو کر جرمن اور قسطنطنیہ کے متحدہ لشکر کا انتظار کریں گے' لیکن ابھی بحرین کے نواح میں ہی پہنچے تھے کہ ایک دم ایک طرف سے عمادالدین زنگی اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا۔ عمادالدین نے جاتے ہی بحرین کا محاصرہ کر لیا۔ اور چند روزہ محاصرے کے بعد بعلبک کے بعد بحرین پر بھی سلطان عمادالدین زنگی کا قبضہ ہو گیا۔

بحرین فتح کرنے کے بعد عمادالدین نے اپنے لشکر کے ساتھ معرۃ النعمان کا رُخ کیا۔ یہ شہر کبھی مسلمانوں کا تھا' لیکن اب اس پر صلیبیوں کا قبضہ تھا۔ ایرانی سیاح اور شاعر ناصر خسرو کا بیان ہے کہ جب اُس نے شہر کے بڑے دروازے کے اونچے ستون پر ایک کتبہ پڑھنا چاہا تو وہ نہ پڑھ سکا' کیونکہ وہ عربی کی بجائے کسی اور زبان میں تھا۔ اُس نے ایک مقامی شخص سے پوچھا کہ کتبہ کس زبان میں ہے؟ اُس نے بتایا کہ یہ کسی قدیم زبان میں بچھو کے کاٹے کا جادو ہے اور اس کے باعث کوئی بچھو معرۃ النعمان نہیں آتا' نہ اس بستی میں رہ سکتا ہے۔ اگر باہر سے لا کر کوئی بچھو وہاں چھوڑ دیا جائے تو وہ فوراً بھاگ جاتا ہے۔ ناصر خسرو نے مزید لکھا ہے کہ شہر کے وسط میں اونچائی پر ایک جامع مسجد ہے' جس کے چاروں طرف سیڑھیاں ہیں اور جس طرف سے بھی مسجد میں داخل ہونا چاہیں' سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔

مؤرخ یاقوت لکھتا ہے کہ شہر معرۃ النعمان حضور ﷺ کے صحابی نعمان بن بشیرؓ کے نام پر موسوم کیا گیا تھا۔ پہلے اس کا نام ذات الکثیر تھا۔ حضرت نعمانؓ کا انتقال یہیں ہوا اور یہیں دفن ہوئے۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ اس

> عمادالدین زنگی یکے بعد دیگرے دشمن سے مسلمانوں کے مقبوضہ علاقے چھین رہے تھے۔ دشمن نے اُن کے قتل کی سازش کی۔ اُن کے ایک غلام کو بھاری رقم کی پیشکش کی اور اُس بدبخت نے مجاہدِ کبیر کو اُس وقت شہید کر دیا جب وہ سو رہے تھے۔

شہر میں صرف حضور ﷺ کے صحابی نعمان بن بشیرؓ ہی دفن نہیں ہیں' بلکہ اس کے قریب خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ بھی مدفون ہیں۔ عمادالدین زنگی نے پہلے حملے ہی میں یہ شہر فتح کر لیا۔ اس کے بعد سلطان ایک دوسرے شہر کفر طاب کی طرف بڑھا اور کسی مزاحمت کے بغیر اس کو بھی فتح کر لیا۔

جنوب میں عمادالدین زنگی کو مصروف دیکھ کر جرمنی' قسطنطنیہ' فرانس اور یروشلم کے متحدہ لشکر نے آگے بڑھ کر حلب کا محاصرہ کر لیا۔

اُس وقت حلب شہر میں عمادالدین کا ایک نائب شہر کے دفاع کے لیے تعینات تھا۔ مسلمانوں نے صلیبیوں کے جارحانہ حملوں سے حلب کو اُس وقت تک بچائے رکھا' جب تک عمادالدین زنگی بھی اطلاع پا کر برق رفتاری سے حلب کی طرف بڑھ گیا۔ اُس نے حلب کے نواح میں صلیبیوں کے لشکر کو ایسی شکست دی کہ وہ اپنے اپنے علاقوں کی طرف فرار ہو گئے۔

فتح الفتوح

صلیبیوں سے اپنے بہت سے شہر اور قلعے چھیننے کے بعد عمادالدین نے اب ایک بڑے اور انتہائی مضبوط و مستحکم قلعے پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کیا۔ تاریخ میں اسے الرہا بھی لکھا گیا ہے۔ اسے عدیسہ یا ایڈیسا (Edissa) اور عزا بھی لکھا ہے۔ جس وقت یورپ کے تمام صلیبیوں نے متحد ہو کر فلسطین پر حملہ کیا تھا (آج اکیسویں صدی کی طرح!) تو انہوں نے سب سے پہلے اسی شہر میں ریاست قائم کی تھی اور وہاں ایک فرانسیسی حکمران تھا' جس کا نام جوسلین ثانی تھا۔

مذہبی تقدس کے لحاظ سے عیسائی ایڈیسا کو اپنا پانچواں مقدس شہر خیال کرتے تھے۔ پہلے نمبر پر یروشلم' دوسرے نمبر پر انطاکیہ' تیسرے نمبر پر روم' چوتھے نمبر پر قسطنطنیہ اور پانچویں نمبر وہ ایڈیسا کو متبرک سمجھتے تھے۔ یہ شہر میسوپوٹیمیا (وادیٔ دجلہ و فرات) کی آنکھ سمجھا جاتا تھا۔ صلیبیوں نے یہاں زبردست طاقت اور قوت جمع کر رکھی تھی۔ اس کے علاوہ جب بھی مسلمانوں کی طرف سے شہر کو کوئی خطرہ لاحق ہوتا تھا تو یروشلم کا عیسائی بادشاہ بالڈون (Baldwin) اس کے تحفظ کے لیے فوراً اپنے لشکر کے ساتھ پہنچ جایا کرتا تھا۔ عیسائیوں کی ریاست یروشلم کی وجہ سے شام' بغداد' ایران' دیار بکر اور دوسرے مسلم علاقے مستقل خطرے میں رہتے تھے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اِس شہر کی جنگی و عسکری اہمیت کا خوب اندازہ تھا۔ عمادالدین زنگی سے پہلے کئی چھوٹے چھوٹے حکمران اس شہر پر حملہ آور ہوئے اور اسے فتح کرنے کی کئی بار کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے' لیکن اس مرتبہ مقابلے میں عمادالدین زنگی تھا جو دشمن پر آندھی اور طوفان کی طرح چھا جانے کا فن جانتا تھا۔

عمادالدین زنگی نومبر 1143ء میں ایڈیسا کی فصیل کے قریب پہنچا۔ پہلے اُس نے شہر کی مکمل ناکہ بندی کر دی۔ پھر اُس نے فرانسیسی حاکم جوسلین کو پیغام بھیجا: ''میں نے شہر کی ناکہ بندی کر دی ہے۔ یہ خیال مت کرنا کہ میں شہر کا محاصرہ ترک کر کے چلا جاؤں گا۔ میں اُس وقت تک یہاں سے نہ ہٹوں گا' جب تک اسے فتح نہیں کر لوں گا۔ لہٰذا تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ ہتھیار ڈال کر شہر کو میرے حوالے کر دو۔''

جوسلین نے عمادالدین کی اس پیشکش کو قبول کرنے

سے انکار کر دیا اور اُس کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ عمادالدین نے اب شہر پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیے تھے۔ اُس نے 28 دن تک شہر کی ناکہ بندی کیے رکھی اور بار بار شہر پر حملہ آور ہو کر اُس نے شہر کے اندر جو لشکر تھا' اُس کی تعداد کافی کم کر دی۔ آخر سلطان عماد الدین 30 دسمبر 1144ء کو شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا اور اسے فتح کر کے مکمل قبضہ کر لیا۔

اس سے پہلے جب صلیبیوں نے اڈیسہ شہر مسلمانوں سے چھینا تھا تو انہوں نے مسلمانوں پر سخت ظلم وستم کیا تھا۔ اب مسلمان لشکری بھی انتقام لینے پر تُل گئے' لیکن عمادالدین نے فوراً حکم دیا کہ جو لوگ ہتھیار پھینک دیں' انہیں کچھ نہ کہا جائے۔ جنگ کے دوران جو عیسائی قیدی بنائے گئے تھے' انہیں رہا کر دیا گیا اور جوشِ انتقام میں عمادالدین کے لشکریوں نے شہر کے جس حصے کو لُوٹا تھا' وہ مال واسباب بھی اُن کے مالکان کو واپس کر دیا گیا۔

اڈیسا کی فتح سے تمام عیسائی دنیا میں ماتم برپا ہو گیا۔ اُن کے تصور میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ عمادالدین جیسا معمولی سلطان' جس کے پاس چھوٹا سا لشکر تھا' وہ اڈیسا جیسے مضبوط اور مستحکم شہر کو اتنی آسانی سے فتح کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ مشہور مؤرخ فلپ حتی لکھتا ہے:

”ریاست اڈیسا عیسائیوں کی وہ ریاست تھی جو دنیائے اسلام میں سب سے پہلے قائم ہوئی اور سب سے پہلے ختم ہو گئی۔ اس سے واضح ہو گیا کہ صورتِ حال مسلمانوں کے حق میں پلٹا کھا رہی ہے۔“

مؤرخ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

”اڈیسا کی فتح کو اُس وقت فتح الفتوح کہا گیا تھا۔ اُس پر تمام دنیائے اسلام میں بے پناہ مسرت کا اظہار کیا گیا تھا۔ شعراء نے عمادالدین زنگی کے حق میں قصائد لکھے۔ علماء و مشائخ نے اُسے محافظِ اسلام اور مجاہدِ کبیر کے خطاب دیئے' یہاں تک کہ خلیفہ بغداد' جس کے ساتھ سلطان عمادالدین کے تعلقات ماضی میں اچھے نہیں رہے تھے' اُس نے از خود عمادالدین کا نام بغداد میں خطبوں میں شامل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔“

اڈیسا یا الرہا فتح کرنے کے بعد عمادالدین زنگی فتح کے پرچم لہراتا ہوا آگے بڑھا اور عیسائیوں اور صلیبیوں کے کئی دوسرے شہروں اور قلعوں پر حملہ آور ہوا اور اُن کو فتح کر لیا۔ ان میں زیادہ مشہور سیروج نام کا ایک قلعہ بھی تھا۔

عمادالدین زنگی کی شہادت

دشمن نے جب دیکھا کہ عمادالدین زنگی یکے بعد دیگرے ان پر ضرب لگاتے ہوئے آہستہ آہستہ سارے علاقے اُن سے چھین رہا ہے جو حالیہ ماضی میں انہوں نے مسلمانوں سے چھین لیے تھے۔ تب انہوں نے عمادالدین کے خلاف ایک سازش تیار کی۔ اُن کے ایک قریبی غلام کے ساتھ ساز باز کی اور اُسے ایک بھاری رقم کی پیشکش کی۔ اُس بدبخت نے پیسے کے لالچ میں اپنی عاقبت خراب کی اور مجاہد کبیر کو اُس وقت شہید کر دیا' جب وہ سو رہا تھا۔ شہادت کے وقت اس بطلِ جلیل کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی۔

اس المناک حادثے کی خبر دنیائے اسلام پر بجلی بن کر گری اور ہر طرف ماتم برپا ہو گیا۔ مسلمانوں کو جس قدر شدید صدمہ عمادالدین زنگی کی شہادت پر ہوا' عیسائیوں کو اُسی قدر خوشی ہوئی۔ فرانس کا عیسائی مؤرخ مجاڈ لکھتا ہے:

”عمادالدین کی موت نے عیسائیوں کو نئی زندگی دے دی۔ انہوں نے اس قدر مسرت وخوشی کا اظہار کیا جیسے مسلمانوں کی قوت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ملیا میٹ ہو گئی ہو۔“

جب صلیبیوں نے اڈیسہ شہر مسلمانوں سے چھینا تھا تو انہوں نے مسلمانوں پر سخت ظلم وستم کیا تھا۔ اب مسلمان لشکری بھی انتقام لینے پر تُل گئے' لیکن عمادالدین نے فوراً حکم دیا کہ جو لوگ ہتھیار پھینک دیں' انہیں کچھ نہ کہا جائے۔ جنگ کے دوران جو عیسائی قیدی بنائے گئے تھے انہیں رہا کر دیا گیا

عمادالدین شہید بڑا جرأت مند اور باہمت انسان تھا۔ وہ اپنے ذاتی عزم وارادے کی بدولت بامِ عروج پر پہنچا۔ اُس کی حوصلہ مندی کی یہ کیفیت تھی کہ وہ بیک وقت چار چار محاذوں پر لڑنے کے لیے تیار رہتا تھا۔ ایک طرف وہ اپنے مسلمان حریفوں کے جارحانہ حملوں کے جواب دیتا رہا' اور دوسری طرف صلیبیوں پر بھی پے در پے ضربیں لگاتا رہا۔ نا اُمیدی سے وہ ناواقف تھا۔ اُسے اپنے عوام کی فلاح سے گہری دلچسپی تھی۔ وہ علوم وفنون کا سرپرست تھا۔ سرکاری محکموں پر اُس نے ایسے قابل اشخاص کو نامزد کیا تھا کہ لوگ اُس کی مردم شناسی اور حسنِ انتظام کی داد دیتے تھے۔ اُس نے ایک نہر بھی کھدوائی جو بڑی دُور سے عرفات کے میدان تک پانی فراہم کرتی تھی۔ اُس نے حاجیوں کی سہولت کے لیے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں کئی عمارتیں بھی بنوائیں۔ مدینۃ النبی ﷺ کی حفاظت کے لیے شہر کے اردگرد ایک مضبوط فصیل بھی بنوائی تھی۔ وہ ہر سال حج کے موقع پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اِس قدر روپیہ' غلہ اور کپڑا بھیجتا جو اِن مقدس شہروں کے غرباء اور مساکین کے لیے سال بھر کے لیے کافی ہوتا تھا۔ اُس نے ایک رجسٹر کھلوا رکھا تھا' جس میں اُس نے اُن تمام بیوگان' یتیموں اور محتاجوں کے نام لکھے ہوئے تھے جن کی وہ مدد کیا کرتا تھا۔

عمادالدین شہید راسخ العقیدہ تھا اور احکام شریعت پر سختی سے پابندی کرتا تھا۔ وہ میدان جنگ میں بھی نماز ترک نہیں کرتا تھا۔ اُس نے اپنی سلطنت میں احکام شریعت سختی سے نافذ کر رکھے تھے۔ ہر شہر اور ہر علاقے میں قاضی مقرر کیے تھے جو مقدمات کا فیصلہ کتاب وسنت کے مطابق کرتے تھے۔ اُس نے جہاد فی سبیل اللہ کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا رکھا تھا۔ اُس کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کے دین اور اُس کے نام لیواؤں کی سربلندی کے لیے وقف ہوتا تھا۔

اُس نے اپنی اولاد میں چار بیٹے چھوڑے' سیف الدین' نور الدین' قطب الدین' نصرت الدین۔ عمادالدین کی شہادت کے بعد اُس کی سلطنت اُس کے دو بڑے بیٹوں میں تقسیم ہو گئی۔ موصل اور اُس کے گردونواح کا علاقہ بڑے بیٹے سیف الدین زنگی کے حصے میں آیا' دوسرے بیٹے نور الدین زنگی کو دوسرا علاقہ ملا۔ سیف الدین چوالیس سال کی عمر میں فوت ہو گیا تھا۔ اُس کی اولاد میں کوئی نہ بچا۔ نورالدین زنگی نے اپنے دوسرے بھائی قطب الدین زنگی کو موصل کا حاکم مقرر کر دیا۔ چوتھے بھائی نصرت الدین نے زندگی خاموشی سے گزاری۔

عمادالدین زنگی کی صحیح جانشینی نورالدین زنگی کے حصے میں آئی۔ وہ صلیبیوں کے خلاف معرکہ آرائی میں اپنے باپ سے بھی بڑھ کر خطرناک ثابت ہوا۔ آئندہ چند اقساط میں سلطان نورالدین زنگی صلیبیوں کے خلاف شمشیر آرائی کرتا ہوا نظر آئے گا۔ (جاری ہے)

دعائے مغفرت

ابوظہبی کے رفیق تنظیم شمس الحق کے والد محترم جو تنظیم میں شامل تھے قضائے الٰہی سے رحلت کر گئے۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء واحباب سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ و حاسبہ حسابا یسیرا (آمین)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

نہتے افغان بھائیوں پر

جب ڈیزی کٹر بموں کی بارش ہو رہی تھی!

طالبان پر امریکی یلغار اور ہمارے حکمرانوں کی بے وفائی کی خونچکاں داستان

ابومعاویہ

جب روسی افواج افغانستان میں داخل ہوئیں تو اہل مغرب نے شور مچایا کہ روس نے ایک اسلامی ملک پر قبضہ کر لیا۔ روس کو نکالنے کے لیے جہاد کا نعرہ بلند کیا اور زوردار میڈیا کے ذریعے عوام اور حکومتوں کو اس منکر کے مٹانے کے لیے عملاً تیار کیا۔ ان دنوں پاکستان پر ایک فوجی ڈکٹیٹر حکومت کر رہا تھا جو ایک مذہبی شخصیت تھا۔ پاکستانی خفیہ اداروں نے افغانستان میں گھس کر افغانوں کو جہاد کے لیے آمادہ کیا اور ان کے لیے ٹریننگ سنٹرز کھول دیے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے فوجی ساز وسامان اور کثیر تعداد میں ڈالرز بھیجے گئے۔ افغانستان میں روس کے خلاف سخت جنگ شروع ہوئی۔ افرادی قوت پہلے خود افغانوں نے مہیا کر دی' بعد میں امریکہ اور سعودی عرب نے عرب ممالک سے نوجوان اکٹھے کیے' اُن کو پاسپورٹ مہیا کر کے افغان جنگ کے لیے بھیج دیا۔ عرب مجاہدین نے اس جنگ میں بڑا کارنامہ دکھایا۔ ان سب مجاہدین کی پرورش' جہادی تربیت سب کچھ پاکستانی آئی ایس آئی کر رہی تھی۔ پاکستانی جرنیلوں نے مجاہدین کو جنگی چالیں سکھا کر ان کو روس کے خلاف خوب استعمال کیا اور بالآخر روس کو شکست کھا کر افغانستان سے واپس لوٹنا پڑا۔

جب امریکہ نے اپنا کام افغانستان میں پورا کیا اور مجاہدین اسلام کے ہاتھوں اپنے حریف روس کو شکست دی تو مجاہدین دھڑوں کے درمیان گوشت کا ٹکڑا ڈال کر انہیں لڑوانا چاہا' تاکہ وہ آپس میں دست وگریبان ہوں اور ایک اسلامی حکومت قائم نہ کر سکیں۔

اس وقت افغانستان خانہ جنگی کا شکار تھا۔ انارکی پھیلی ہوئی تھی۔ ہر قومندان نے جگہ جگہ اپنا پھاٹک بنا رکھا تھا۔ لوگ سخت تنگ آ چکے تھے۔ راہزنی' قتل وغارت' آبروریزی آئے دن کا معمول بن چکا تھا' حتیٰ کہ قندھار میں ایک قومندان نے لڑکے کے ساتھ شادی کر لی۔ ان حالات میں چند علماء کرام نے مشورہ کر کے ملا محمد عمر قندھاری کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس ظلم اور بے حیائی کے خلاف جہاد شروع کر دیا' جسے چند دنوں میں بے حد پذیرائی ملی اور ایک چھوٹی سی ریاست قندھار میں طالبان کی حکومت قائم ہو گئی۔

اس وقت پاکستان میں بے نظیر کی حکومت تھی لیکن پالیسی ضیاء الحق کے دور ہی کی چل رہی تھی۔ آئی ایس آئی نے طالبان کو فوجی ٹریننگ دینا شروع کر دی۔ چند دنوں بعد اُس وقت کے وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر کی سرکردگی میں تجارتی قافلہ پار کرانے کے بہانے کئی سوٹرکوں میں اسلحہ اور جنگی ساز وسامان کے ساتھ کئی ہزار طالبان بھی افغانستان میں داخل ہو گئے' جو تمام افغانستان کے فتح کرنے کے لیے پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ طالبان نے مختصر وقت میں دارالخلافہ کابل سمیت ملک کے نوے فیصد حصے پر قبضہ کر لیا۔ طالبان جس علاقے پر قبضہ کر لیتے وہاں شریعت محمدی فوراً نافذ کر دیتے۔ شریعت محمدی کے نفاذ سے فوراً برکات ظاہر ہونے لگیں۔ پورے افغانستان میں مثالی امن قائم ہو گیا۔ اس امن کو اہل مغرب اور طاغوتی حکمرانوں نے اپنے لیے خطرہ سمجھا اور طالبان حکومت ختم کرنے کی سازشیں شروع کر دیں۔

> پرویز مشرف صاحب نے اس بدمست ہاتھی کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور پاکستان کی بیس سالہ پالیسی بغیر کسی چوں چرا تبدیل کر دی۔

غیر ملکی مجاہدین کی خوشحالی

طالبان کی حکومت غیر ملکی مجاہدین کے لیے باران رحمت تھی۔ طالبان نے غیر ملکی مجاہدین کی بہت قدر کی۔ ان کے ساتھ مہمانوں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔ حکومتی کاموں میں ان سے مشورے بھی لیے جاتے تھے۔ چونکہ مجاہدین واپس اپنے ملکوں کو نہیں جا سکتے تھے اس لیے انہوں نے یہاں پر شادیاں بھی کیں اور خوشحال زندگی گزارنے لگے۔ افغانستان میں یہ چند سال غیر ملکی مجاہدین کے لیے سایہ رحمت تھے۔

طالبان حکومت کے خلاف سازش

اہل مغرب کو خلافت کا احیاء کب گوارا ہو سکتا تھا۔ انہیں طالبان کی اسلامائزیشن سے خطرہ محسوس ہوا۔ انہوں نے میڈیا کے ذریعے شور مچایا کہ افغانستان میں انسانی حقوق کی پامالی ہو رہی ہے۔ عورتوں کی آزادی سلب کر لی گئی ہے۔ دوسری طرف انہوں نے طالبان کے خلاف شمالی اتحاد کو امداد دینا شروع کی تاکہ طالبان ہر وقت حالت جنگ میں رہیں اور نظام عدل اجتماعی پورے طور سے قائم نہ کر سکیں۔ اس کے باوجود طالبان فتح مند ہوتے رہے۔

مزار شریف پر قبضہ کر لینا اور شمالی اتحاد کے آخری گڑھ پنج شیر کو فتح کرنے کی تیاری ہو رہی تھی کہ امریکہ نے نائن الیون کا ڈرامہ رچایا۔ یہ حادثہ ہوتے ہی امریکہ نے بغیر کسی ثبوت کے اس کا ذمہ دار اسامہ بن لادن کو ٹھہرایا۔ امریکہ کے صدر بش نے جوش میں آ کر کہہ دیا کہ صلیبی جنگ شروع ہو گئی ہے۔ صدر بش نے پاکستان کے صدر پرویز مشرف کو فون کیا کہ افغانستان میں طالبانائزیشن ختم کرنے اور اسامہ بن لادن اور ان کے ساتھیوں کو پکڑنے میں ہمارا ساتھ دو' ورنہ پتھروں کے زمانے میں پہنچا دیں گے۔ صدر پرویز مشرف نے اس بدمست ہاتھی کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے' اور پاکستان کی بیس سالہ پالیسی بغیر کسی چوں چرا تبدیل کر دی۔ صدر صاحب نے ملا عمر کے پاس وفد بھیجا کہ امریکہ سرکار کا سب کچھ مانو ورنہ میں ساتھ چھوڑ دوں گا۔ ملا عمر فرمانے لگے کہ میں کسی قیمت پر اسامہ بن لادن اور ان کے ساتھیوں کو بغیر کسی ثبوت کے امریکہ کے حوالے نہیں کروں گا۔ ہاں اگر امریکہ کہے تو میں اپنے ملک کی عدالت میں ان پر مقدمہ چلاؤں گا' اگر مجرم ٹھہرے تو سزا دوں گا۔ یہ مجاہدین ہمارے محسن ہیں۔ روس کے جہاد میں ہمارے ساتھ تھے' اب بھی ہمارے مہمان ہیں۔ ملا عمر نے کہا کہ میں کسی کے دباؤ میں نہیں آؤں گا خواہ میری حکومت ختم ہو جائے۔ میں حکومت بھی اللہ کا حکم سمجھ کر رہا ہوں اور پہاڑوں میں جہاد بھی اللہ کا حکم سمجھ کر کروں گا۔

امریکہ کا حملہ

فرعون وقت امریکہ نے بغیر کسی جرم افغانستان کے مظلوم طالبان پر وحشیانہ حملہ کر دیا۔ ہزاروں فٹ بلندیوں سے بی باون طیاروں کی مدد سے ڈیزی کٹر بم برسائے۔ ہزاروں بے گناہ شہریوں کو شہید کر ڈالا' صرف کٹرن گاؤں میں بمباری کر کے بوڑھوں' عورتوں اور بچوں سمیت دوسو آدمیوں کو بموں سے بھون ڈالا۔ پاکستانی حکمرانوں نے اس نازک موقع پر طالبان کا ساتھ چھوڑ دیا' اپنے تمام فوجی ہدایت کار واپس بلا لیے اور طالبان کے متعلق تمام معلومات امریکہ کے حوالے کر دیں۔ جب امریکہ کو پاکستان کی طرف سے ہر قسم کی حمایت ملی تو انہوں نے افغان عوام میں لاکھوں ڈالر تقسیم کر کے انہیں بغاوت پر اکسایا۔ شمالی اتحاد کو ڈالرز اور فوجی امداد دی اور خود امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے جدید جنگی طیاروں سے بے تحاشا بم گرائے۔ طالبان نے ایمانی قوت کے ذریعے ایک ماہ

تک دنیا کی سپر طاقت کا مقابلہ کیا لیکن آخر کار ملا عمر نے اپنے شہریوں کے جانی نقصان کی خاطر پسپائی اختیار کی اور شہروں کے بجائے پہاڑوں کا رخ کیا۔

غیر ملکی مجاہدین کی حالت زار

طالبان کی حمایت کے لیے مختلف ملکوں سے جو مجاہدین آئے تھے' ان میں سے قابل ذکر یہ ہیں: پاکستان کے مالاکنڈ ڈویژن سے مولانا صوفی محمد کی تحریک نفاذ شریعت محمدی کے کئی ہزار افراد' عرب ملکوں کے مجاہدین' چیچن مجاہدین اور تاجک اور ازبک۔

جب سقوط کابل ہوا تو ان بے چاروں پر ہر طرف سے قیامت ٹوٹ پڑی۔ غیر ملکی ہونے کے ناطے ایک دم ہر طرف سے دشمن ہی دشمن نظر آنے لگے۔ اوپر سے امریکی بمبار نیچے سے شمالی اتحاد کے خون خوار بھیڑیے۔ ان میں بعض وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے پہلے طالبان کا روپ دھارا اور اب وہ ڈالر لے کر شمالی اتحاد بن گئے۔

مولانا صوفی محمد کی تحریک نفاذ شریعت محمدی کے ایک رکن کا کہنا ہے کہ طالبان نے جنگ کے دوران ہمارے کئی سو مجاہدین مزار شریف بھیج دیے۔ چند دن ہم نے خوب لڑائی لڑی اور برتری ہماری تھی لیکن جب سقوط طالبان ہوا تو اچانک حالت بدل گئی۔ اب وہ لوگ جو ہمارے ساتھ طالبان کے لباس میں مور چہ زن تھے تیور بدل کر ''شمالی'' بن گئے۔ انہوں نے ہمیں صاف بتا دیا کہ ہم اب طالبان نہیں رہے بلکہ شمالی اتحاد والے ہیں' اسلحہ زمین پر رکھو۔ ہم نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور ان لوگوں کے ساتھ دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ ہم نے بے شمار کو موت کے گھاٹ اتارا۔ آخر کار ہم ایک سکول میں تین سو کے تعداد میں محصور ہو گئے۔ ہم کافی وقت ڈٹے رہے لیکن نہ راشن تھا اور نہ گولہ بارود۔ ہوائی جہازوں کی بمباری نے دوست کو دوست سے جدا کر دیا تھا۔ ہمارے بعض ساتھی نکل بھاگے۔ اور بعض قید ہو کر قلعہ جنگی لے جائے گئے۔ رات کے اندھیرے میں ہم سفر کرتے اور دن کے وقت کسی جنگل میں چھپ کر پتے کھا کر گزارہ کر رہے تھے۔ آخر کار پاکستان کی سرحد عبور کی تو خوش آمدید کے بجائے جیل بھیج دیے گئے۔ اس طرح نفاذ شریعت محمدیؐ کے بارہ ہزار لشکر میں سے ایک چوتھائی بمشکل گھر سلامت پہنچے اور باقی یا تو شہید ہو گئے یا شمالی اتحاد والوں کی جیلوں میں سختیاں جھیلتے رہے۔

عرب مجاہدین کا حشر

عرب مجاہدین کے ساتھ پاکستانی مجاہدین سے زیادہ سخت سلوک کیا گیا کیونکہ شمالی اتحاد والوں کا خیال تھا کہ ملا عمر کی حکومت ان کے ہاتھوں مضبوط تھی اور امریکہ والوں نے تو ان لوگوں کا بہانہ بنا کر افغانستان پر حملہ کیا تھا' اس لیے ان کو سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ کئی جگہوں پر یہ لوگ بے دردی سے شہید کر دیے گئے۔ بعض پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیے گئے۔ جو گوانتانا موبے میں اب بھی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہیں ہیں۔ ان میں بعض مجاہدین اب بھی اصلی طالبان کے ساتھ شانہ بشانہ امریکہ کے خلاف لڑ رہے ہیں۔

کچھ عرصہ پہلے کنڑ اور اس کے آس پاس کے علاقے میں اپریشن ہو رہا تھا تو امریکہ سرکار کے حلیف ہمارے حکمرانوں نے بھی سرحد پر کافی فوج تعینات کر دی تاکہ سرحد کے اس طرف مجاہدین داخل نہ ہو جائیں۔ 20 اپریل کو ایک مجاہد ابو مروان السوری سرحد عبور کر کے باجوڑ ایجنسی میں داخل ہوا۔ یہ بے چارہ کسی جگہ پناہ لینے جا رہا تھا۔ جب لوئی سم کے چیک پوسٹ پر پہنچا تو پولیٹیکل انتظامیہ نے پکڑ کر تلاشی لینی شروع کی۔ ابو مروان کو جب پتہ چلا کہ گرفتاری ہو گئی تو کمانڈو ایکشن کے ذریعے سے ہاتھ چھڑا کر اپنا پستول نکالا اور ہوائی فائرنگ شروع کی جس سے باجوڑ لیویز تتر بتر ہو گئے۔ مجاہد نے موقع سے فرار ہو کر تیز بھاگنا شروع کر دیا۔ پولیٹیکل تحصیلدار نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان کا پیچھا کر کے گرفتار کر لو۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اس کارروائی میں شامل ایک سپاہی کا کہنا ہے کہ اس مجاہد جیسا بارعب انسان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ جب ہماری طرف دیکھتا تو ہم پر عجیب رعب طاری ہو جاتا تھا۔ سپاہی نے عجیب بات یہ بتائی کہ ہم نے جب ابو مروان السوری کو اٹھایا تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا رنگ نہایت چمکدار ہو گیا جیسے چودھویں رات کا چاند' اور اس کے خون سے مشک عنبر جیسی خوشبو مہک رہی تھی۔ بعض ساتھیوں نے خون سے رومال بھگویا اور سونگھنے لگے۔ جب سپاہی نے مجھے یہ واقعہ سنایا تو مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آیا:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ﴾

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (وہ مرے نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔''

ملا عمر نے کہا میں کسی کے دباؤ میں نہیں آؤں گا خواہ میری حکومت ختم ہو جائے۔ میں حکومت بھی اللہ کا حکم سمجھ کر رہا ہوں اور پہاڑوں میں جہاد بھی اللہ کا حکم سمجھ کر کروں گا

عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ مجاہد نے بار بار ان لوگوں کو اللہ و رسول اور اسلامی بھائی چارے کا واسطہ دے کر پیچھا کرنے سے منع کیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ میں امریکہ کے خلاف مجاہد ہوں۔ آپ لوگوں کے ساتھ میرا کوئی جھگڑا نہیں' مجھے چھوڑ دو۔ لیکن ڈالروں کی ہوس کے دیوانوں نے ایک نہ مانی۔ مجاہد نے اس بھاگ دوڑ میں کئی میل فاصلہ طے کر لیا۔ پھر ایک ڈھلوان جگہ میں نماز ظہر پڑھنے کے لیے بیٹھ گیا کہ سنگ دل تحصیلدار اور ان کے بے ضمیر سپاہیوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اب اس مسافر مجاہد اسلام کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اپنی جگہ کھڑا ہو گیا' بلند آواز سے کہنے لگا: انا مجاهدفی الاسلام و اقول لا اله الاالله محمد رسول الله۔ میرا راستہ کھولو' لیکن دو سپاہی آگے بڑھے۔ مجاہد نے بسم اللہ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے ایک کو نشانہ بنایا' پھر بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرے کو بھی نشانہ بنایا۔ اب چاروں طرف سے مجاہد پر فائرنگ شروع ہوئی۔ مجاہد زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اسی وقت ایک سپاہی آگے بڑھ کر مجاہد پر کود پڑا تاکہ مجاہد کے ہاتھ سے پستول چھین لے۔ مجاہد نے آخری گولی چلا کر اس سپاہی کا کام تمام کر دیا۔ جب ان سپاہیوں کو پتہ چلا کہ مجاہد اب بھی زندہ ہے تو انہوں نے مزید اندھا دھند فائرنگ کر کے ابو مروان السوری کو شہید کر ڈالا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس واقع کی خبر سنتے ہی کئی دیندار لوگ زار و قطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ یہ کام عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے جو ہماری حکومت کر رہی ہے۔ یہ واقعات کوفہ میں مسلم بن عقیلؓ اور حضرت امام حسینؓ کی شہادت کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ اہل کوفہ نے امام حسینؓ ان کے ساتھیوں کو بلا کر شہید کر ڈالا اور افغانوں اور پاکستانیوں نے بھی عرب مجاہدین کو جہاد کے لیے یہاں بلایا اور اب اپنے ہاتھوں خود انہیں شہید کر رہے ہیں۔

اہل پاکستان کو ہوش کے ناخن لینا چاہیے۔ اگر قیامت کے دن یہ شہداء ہماری سرزمین سے خون میں لت پت اٹھ کر اللہ جل جلالہٗ کے دربار میں شکایت دائر کریں کہ ہم یہاں کیوں مارے گئے' کس کی خوشنودی کے لیے مارے گئے؟ تو اس کا ذمہ دار کون ہو گا؟ جواب کون دے گا؟ وِالی الله المشتکی!۔

دعائے صحت کی اپیل

☆ ندائے خلافت کے قلمی معاون اور معتمد حلقہ سندھ زیریں جناب محمد سمیع شدید علیل ہیں۔

☆ رکن مجلس عاملہ و شوریٰ حلقہ سندھ زیریں جناب محمد حنیف خان کے گردے کا آپریشن ہوا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ و عاجلہ نصیب فرمائے۔ قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی دُعائے صحت کی اپیل ہے۔

بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

مسز عارف اورکزئی

''یااللہ تو اس کے سارے گناہ معاف کردے۔ یااللہ یہ بندی تجھ سے اور کچھ نہیں مانگتی بلکہ یہ دعا کرتی ہے کہ تو اسے جنت میں لے جا۔ اس کو بخش دے۔ اس کو ذرا سی بھی تکلیف نہ ہو۔ یااللہ یہ بندی تجھ سے بس یہی عرض کرتی ہے۔'' روتے بلکتے' ہاتھوں کو پھیلائے یہ دعا مانگ رہی تھی۔ ''نہیں اس طرح دعا نہ مانگو۔ اللہ تعالیٰ تو بے حد مہربان اور محبت کرنے والا ہے۔ اس سے سب کچھ مانگو۔ اپنے اور اپنے بچوں اور سب کے لیے خیر و بھلائی مانگو۔ اس کے خزانے وسیع ہیں۔ وہ سب کچھ دینے والا ہے۔'' اُس کی بہن نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اسے حوصلہ دیتے ہوئے سمجھایا۔ اس کے بعد اس نے یوں دعا مانگی: ''یااللہ تو مجھے معاف کردے۔ اُن پر رحم فرما' اُن کی بخشش کردے اور ہم پر رحم فرما' اور مجھے ہمت دے کہ میں ان کے بچوں کی صحیح طریقے سے تربیت کروں' تاکہ قیامت کے دن جب وہ مجھے ملیں تو خوش ہوں کہ تم نے میرے بچوں کی صحیح تربیت کی' اور ان کو ایک باعمل مسلمان بنایا۔ وہ خوش ہوں کہ میرے بعد تم نے ہمیشہ میری باتوں پر عمل کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ کوئی نامحرم میری طرف نہ دیکھے۔ کوئی نامحرم میری آواز تک نہ سنے۔ یااللہ مجھے ہمت دے کہ میں اس پر ساری زندگی عمل پیرا رہوں۔''

یہ مکالمہ تھا میری دو بہنوں کا جب ایک کے شوہر کی میت صحن میں پڑی ہوئی تھی' اور دوسری اس کو حوصلہ اور تسلی دے رہی تھی' اور یہ سمجھا رہی' اور یاد دلا رہی تھی کہ دنیاوی سہاروں پر توکل کرنا بے کار ہے۔ اصل سہارا تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو اپنے بندوں اور خاص طور پر صبر کرنے والوں کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا۔

ہمیشہ سے یہ سنتے آرہے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سخت وقت آئے تو وہ اصل میں انسان کی آزمائش کا وقت ہوتا ہے۔ ایسے لمحات میں صبر اور نماز ہی مومن کے بہترین ہتھیار ہیں۔ لیکن اس پر عمل کرنے کا تجربہ ابھی پچھلے دنوں ہوا' جب میری پیاری بہن کے جواں سال شوہر فوت ہو گئے۔ اب اس کم عمری میں بچوں کی تربیت کی بھاری ذمہ داری کا بوجھ اس کے نازک کندھوں پر آن پڑا۔ اُسے کیا خبر تھی کہ جس بے فکری کی زندگی وہ گزار رہی ہے' وہ چند لمحوں بعد ختم ہو جائے گی۔ اور اس کی زندگی میں ہمیشہ کے لیے ایک خلا رہ جائے گا۔

خدانخواستہ اگر آج وہ دین اسلام کے سنہری اصولوں سے بہرہ مند نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ سے اُس کا تعلق مضبوط نہ ہوتا تو شاید بیوہ ہونے والی دیگر خواتین کی طرح وہ بھی پاگل ہو چکی ہوتی اور نہ جانے کیا کیا ناشکری اور کفر کے الفاظ اس کے منہ سے نکلتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے اپنی اس بندی کو دین کی سمجھ دی۔ دنیا کی بے ثباتی اس کے دل میں ٹھک گئی ہے اور وہ جانتی ہے کہ دنیا میں ہمارا قیام تو چند روزہ ہے۔ یہ دنیا تو دارالامتحان ہے۔ یہاں کا غم اور یہاں کی خوشی تو عارضی اور ختم ہونے والی ہے۔ اصل خوشی اور اصل غم تو آخرت کا ہے۔ اصل زندگی تو وہ ہے جو موت کے بعد شروع ہوگی۔ ہمیں اس کی فکر کرنی چاہیے اور اس اَبدی زندگی کو حسین بنانے کے لیے یہاں کی تکالیف کو صبر سے جھیلنا اور اپنے رب کی رضا پر راضی رہنا ضروری ہے۔ ایک حدیث قدسی کا مفہوم ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر میری نظر میں دنیا کی اہمیت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو میں یہاں کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔''

یہ دنیا تو فانی ہے۔ یہاں کی ہر شے تو یہیں رہ جاتی ہے۔ ہمارا اصل سرمایہ تو وہ نیک اعمال ہیں جو ہمارے ساتھ جائیں گے۔

صبر کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے' اس کا اندازہ پہلی مرتبہ ہوا۔ اس لیے تو اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کے لیے اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ یہ کام آسان نہیں بلکہ خاصا مشکل ہے۔ کافی سالوں کا سفر طے کر کے' بندہ اس منزل پر پہنچتا ہے کہ وہ ایسے کٹھن لمحات میں صبر کرے' ورنہ بعد میں تو سب کو صبر آ ہی جاتا ہے۔

یہ سمجھ بوجھ اور یہ حوصلہ میری بہن میں کہاں سے آیا؟ ظاہر ہے کہ یہ اللہ کی مہربانی تھی۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں کسی کے ذریعے ہی اپنے بندوں کو یہ راہ دکھاتا ہے۔ خوش قسمتی سے میری بہن کو یہ راہ اس کے شوہر نے دکھائی۔ وہ اکثر قرآن مجید کی یہ آیت اپنے بیوی بچوں کو سنایا کرتے تھے:

ترجمہ: ''اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر' فاقہ کشی' جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت پڑے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔'' (البقرہ:155,156)

ہمارے خاندان میں سب سے پہلے انہوں نے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی تھی اور اپنی بیوی کی دینی تربیت کے لیے ہر طرح کی سہولت فراہم کی۔ یہ اعزاز بھی یوسف بھائی ہی کو جاتا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے اپنی بیوی سے شرعی پردہ کروایا۔ جب ہماری بہن نے شرعی پردہ شروع کیا تو ہمیں معلوم ہی نہ تھا کہ اصل پردہ تو یہ ہے۔ بہت سے لوگوں نے باتیں کیں' طعنے دیئے' برا بھلا کہا' مذاق اڑایا' مگر وہ اپنے ارادے پر قائم رہے۔ ان کو صرف اور صرف اپنے رب کی رضا مطلوب تھی' لوگوں کی باتوں کی پروا کرنے والے نہ تھے۔ وہ خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر وہ لوگوں کی باتیں برداشت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری یہ دعا ہے کہ وہ یوسف بھائی کی اس عظیم نیکی کو قبول فرمائے۔

آج ہمارے گاؤں کے بیشتر لوگ تنظیم اسلامی سے وابستہ ہیں اور ان میں ہر کوئی اپنی جگہ اس بات کی بھرپور کوشش کر رہا ہے کہ وہ اپنی زندگیاں قرآن و سنت کے مطابق گزارے' اور فرسودہ اور ہندوانہ رسم و رواج کے خلاف بغاوت کرے۔

سب سے اہم بات جوان کی فوتگی کے موقع پر ہوئی' وہ یہ تھی کہ اس میں تمام تر ریاکاریوں اور ہندوانہ رسموں کا رد کیا گیا۔ صرف تین دن سوگ منایا گیا۔ نہ جمعراتیں کیں گئیں' نہ دوسری دکھاوے کی خیراتیں۔ یہاں بھی لوگوں کی باتوں کی چنداں پروا نہ کی گئی۔ اگرچہ یہ ایک مشکل کام تھا۔ ہمارے معاشرہ میں رسم و رواج سے ہٹ کر سنت رسول ﷺ کو اختیار کرنا بلاشبہ ایک چیلنج سے کم نہیں۔ لیکن جس طرح زندگی میں یوسف بھائی نے معاشرے کا مقابلہ کیا' ان کے فوت ہونے پر اب ان کے اہل و عیال نے بھی سنت سے وابستگی کا مظاہرہ کیا۔

یوسف بھائی بے حد ہمدرد' نیک اور پرہیزگار انسان تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ باقاعدگی سے قرآن کی تلاوت کرتے۔ اپنے ماں باپ کی بے حد عزت کرنے والے تھے۔ دو سال کی عمر میں ان کی والدہ اللہ کو پیاری ہو گئیں' جن کی کمی کے باعث ان کی طبیعت میں کچھ سختی تھی لیکن بحیثیت مجموعی وہ ایک عظیم انسان تھے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی ان کی بے باکی اور بے خوفی تھی۔ یہ وصف بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی بنا پر تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت دولت دی لیکن انہوں نے کبھی مال سے محبت نہیں کی اور نہ ہی دولت جمع کرنے کا کوئی شوق رکھا۔ بلکہ اپنی زندگی ہی میں بہت زیادہ صدقہ و خیرات کیا۔ جب کبھی کسی کو مالی مدد کی ضرورت ہوتی تو اُس کی ضرور مدد کرتے تھے۔ جب سے تنظیم میں شمولیت اختیار کی تھی' تب سے فرسودہ اور لایعنی کاموں سے اپنے آپ کو حتی الامکان بچائے رکھا۔ لڑکپن میں گانے سننے کا شوق تھا جو بہت پہلے ختم ہو چکا تھا۔

دُعا ہے کہ اللہ ان کے تمام اعمال کو قبول کرے۔ ان کی خطاؤں کو معاف کرے' ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بال بچوں کا حافظ و نگہباں ہو۔ آمین ثم آمین!

بڑے گھر والے

جاوید چودھری

میں نے ان سے پوچھا ''خواجہ صاحب پورا عالم اسلام زوال کا کیوں شکار ہے، ہم دنیا کے ہر کونے، ہر خطے میں مار کھا رہے ہیں'' خواجہ صاحب مسکرائے اور ذرا سے توقف سے بولے: ''فرعونیت کی وجہ سے''۔ میں خاموشی سے ان کی طرف دیکھتا رہا، یہ وہ وقت ہوتا ہے جب وہ سوال پسند نہیں کرتے، انہوں نے فرمایا: ''فرعون کے بے شمار معانی ہیں، ان معنوں میں ایک مطلب بڑے گھر والا بھی ہوتا ہے، فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کی اس جسارت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسند فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو ناپسند فرماتے ہیں تو وہ اس شخص کی ہر ادا، ہر عادت کو خرابی بنا دیتے ہیں اور آنے والے زمانوں میں جو بھی شخص اللہ کے اس مشرک کی پیروی کرتا ہے، جو بھی اس کی عادات اپناتا ہے اللہ اسے بھی اس زوال، اس انجام کا شکار بنا دیتا ہے۔ میں خاموشی سے ان کی طرف دیکھتا رہا۔ انہوں نے فرمایا: فراعین مصر کو بلند و بالا اور وسیع و عریض عمارتیں بنانے کا شوق تھا۔ ان کا خیال تھا محلات، دربار، قلعے اور دروازے طاقت اور اختیار کی علامت ہوتے ہیں۔ اگر انہوں نے خود کو خدا ثابت کرنا ہے تو انہیں پہاڑوں سے بلند عمارتیں بنانی چاہئیں۔ چنانچہ وہ اس خبط میں مبتلا ہو گئے''۔ وہ ذرا دیر کے لیے رُکے، مسکرا کر میری طرف دیکھا اور اس کے بعد بولے: ''یہاں تک کہ انہوں نے اپنے لیے دنیا کی سب سے بڑی قبریں تیار کیں، آپ اہرام مصر دیکھیں، یہ کیا ہیں؟ یہ وسیع و عریض قبریں ہیں۔ سائنس آج تک حیران ہے یہ لوگ اتنے بڑے بڑے پتھر کہاں سے لائے۔ انہوں نے یہ پتھر ایک دوسرے کے ساتھ کیسے جوڑے اور ان لوگوں نے کرینوں کے بغیر یہ پتھر ایک دوسرے کے اوپر کیسے رکھے، یہ مقبرے دراصل ان کی سوچ اور فکر کے آئینہ دار ہیں۔ یہ ثابت کرتے ہیں کہ فرعون حقیقتاً بڑے گھروں والے لوگ تھے اور وہ اپنے بڑے بڑے گھروں، قلعوں اور قبروں سے خود کو خدا ثابت کرنا چاہتے تھے۔'' خواجہ صاحب مکمل طور پر خاموش ہو گئے۔

میں نے عرض کیا: ''لیکن فرعون کے گھروں کا ہمارے زوال کے ساتھ کیا تعلق؟'' وہ مسکرائے ''بڑا گہرا تعلق ہے، فرعون اللہ کا دشمن تھا اور اللہ اپنے دشمن کی عادتوں کو پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ دنیا کے تمام بڑے گھروں والے لوگ جلد یا بدیر فرعون جیسے انجام کا شکار ہوتے ہیں، وہ، ان کی خدائی اور ان کے بڑے بڑے گھر زوال کا شکار ہو جاتے ہیں''۔ میں خاموشی سے سنتا رہا، وہ بولے: ''تم دنیا میں ترقی اور پستی پانے والے لوگوں، معاشروں، قوموں اور ملکوں کا جائزہ لو تو تمہیں چھوٹے گھروں، چھوٹے دفتروں اور چھوٹی گاڑیوں والے لوگ، ملک اور معاشرے ترقی پاتے نظر آئیں گے جبکہ ہر وہ ملک جس کے بادشاہ، حکمران، وزیر، مشیر، بیوروکریٹس اور تاجر بڑے گھروں، بڑے دفتروں میں رہتے ہیں وہ ملک وہ معاشرہ زوال پذیر

> اسرائیل کا وزیراعظم دنیا کے سب سے چھوٹے گھر میں رہ رہا ہے۔ اس کی بجلی تک کٹ جاتی ہے جبکہ اسلام آباد کے وزیراعظم ہاؤس کا رقبہ قائداعظم یونیورسٹی کے مجموعی رقبے سے چار گنا ہے۔ اور ایوان صدر کا سالانہ خرچ پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں کے مجموعی بجٹ سے زیادہ ہے۔

ہوگا''۔ میں خاموشی سے سنتا رہا۔ انہوں نے فرمایا: ''پورا عالم اسلام بڑے گھروں کے خبط میں مبتلا ہے، اس وقت دنیا کا سب سے بڑا محل برونائی کے سلطان کے پاس ہے۔ عرب میں سینکڑوں ہزاروں محلات ہیں اور ان محلات میں سونے اور چاندی کی دیواریں ہیں۔ اسلامی دنیا اس وقت قیمتی اور مہنگی گاڑیوں کی سب سے بڑی مارکیٹ ہے''۔ وہ خاموش ہوئے، ذرا دیر سوچا اور پھر بولے: ''تم پاکستان کو دیکھو، تم ایوان صدر، وزیر اعظم ہاؤس، گورنر ہاؤسز، کور کمانڈر ہاؤسز، آئی جی، ڈی آئی جی ہاؤسز، ڈی سی اوز ہاؤس اور سرکاری گیسٹ ہاؤسز کو دیکھو، یہ سب کیا ہیں؟ یہ سب بڑے گھر ہیں، پاکستان کے ایک ضلع میں 18 ویں گریڈ کے ایک سرکاری عہدیدار کا گھر 106 کنال پر مشتمل ہے۔ راولپنڈی کا ایک سابق ایوان صدر اس قدر وسیع تھا کہ اس میں یونیورسٹی بنائی گئی۔ اسلام آباد کے وزیراعظم ہاؤس کا رقبہ قائداعظم یونیورسٹی کے مجموعی رقبے سے چار گنا ہے۔ لاہور کا گورنر ہاؤس پنجاب یونیورسٹی سے بڑا ہے اور ایوان صدر کا سالانہ خرچ پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں کے مجموعی بجٹ سے زیادہ ہے۔'' میں خاموشی سے سنتا رہا۔ ''تم لوگ اپنے حکمرانوں کے دفتر دیکھو، ان کی شان و شوکت دیکھو، ان کے اخراجات اور عملہ دیکھو، کیا یہ سب فرعونیت نہیں، کیا اس سارے تام جھام کے بعد بھی اللہ تعالیٰ ہم سے راضی رہے گا۔ جبکہ اس کے برعکس تم دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کا لائف سٹائل دیکھو، بل گیٹس دنیا کا امیر ترین شخص ہے۔ دنیا میں صرف 18 ممالک ایسے ہیں جو دولت میں بل گیٹس سے امیر ہیں باقی 192 ممالک اس سے کہیں غریب ہیں لیکن یہ شخص اپنی گاڑی خود ڈرائیو کرتا ہے۔ وہ اپنے برتن خود دھوتا ہے۔ وہ سال میں ایک دو مرتبہ ٹائی لگاتا ہے اور اس کا دفتر مائیکروسافٹ کے کلرکوں سے بڑا نہیں۔ وارن بفٹ دنیا کا دوسرا امیر ترین شخص ہے۔ اس کے پاس 50 برس پرانا چھوٹا گھر ہے۔ اس کے پاس 1980ء کی گاڑی ہے اور وہ روز کوکا کولا کے ڈبے سٹورز پر سپلائی کرتا ہے۔ برطانیہ کے وزیراعظم کے پاس دو بیڈ روم کا گھر ہے۔ جرمنی کی چانسلر کو سرکاری طور پر ایک بیڈ روم اور ایک چھوٹا سا ڈرائنگ روم ملا ہے۔ اسرائیل کا وزیراعظم دنیا کے سب سے چھوٹے گھر میں رہ رہا ہے۔ اس کی بجلی تک کٹ جاتی ہے۔ بل کلنٹن کو لیونسکی کیس کے دوران کورٹ فیس ادا کرنے کے لیے دوستوں سے ادھار لینا پڑا تھا۔ وائیٹ ہاؤس کے صرف دو کمرے صدر کے استعمال میں ہیں۔ اوول آفس میں صرف چار کرسیوں کی گنجائش ہے اور جاپان کے وزیراعظم کو شام چار بجے کے بعد سرکاری گاڑی کی سہولت حاصل نہیں۔ چنانچہ تم دیکھو چھوٹے گھروں والے یہ لوگ ہم جیسے بڑے گھروں والے لوگوں پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ یہ آگے بڑھ رہے ہیں اور ہم دن رات پیچھے جا رہے ہیں۔'' وہ خاموش ہو گئے۔

میں نے عرض کیا ''گویا آپ کا فرمانا ہے کہ ہم ترقی نہیں کر سکتے؟'' انہوں نے غور سے میری طرف دیکھا اور مسکرا کر بولے ''ہاں جب تک ہم فرعون کے دربار سے نکل کر موسیٰ کے خاکساروں میں شامل نہیں ہوتے، جب تک ہم بڑے گھروں سے نقل مکانی کر کے چھوٹے گھروں میں نہیں آتے، اور جب تک ہم قلعوں، ایوانوں اور محلوں سے نکل کر مکانوں، گھروں اور فلیٹوں میں شامل نہیں ہوتے، ہم اس وقت تک ترقی نہیں کریں گے، ہم اس وقت تک بڑی قوم نہیں بنیں گے'' وہ رکے، انہوں نے کچھ سوچا اور مسکرا کر بولے ''اللہ نے جو قانون اپنے نبیوں کے لیے نہیں بدلا تھا وہ یہ قاعدہ ہمارے لیے کیوں تبدیل کرے گا'' (بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے زیر اہتمام شب بیداری

تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام کا آغاز بعد از نماز مغرب تلاوتِ قرآنِ پاک سے ہوا۔ تلاوت کے بعد جناب عدنان عظمت نے "نماز اور آخرت" کے موضوع پر قرآن و حدیث کے حوالے سے مدلل گفتگو کی۔ جناب خالد یعقوب نے اسی موضوع کو مزید آگے بڑھایا۔ "داعی کے اوصاف" کے موضوع پر جناب جنید نذیر چودھری نے ایک جامع لیکچر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ داعی کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ پر خلوص ہو اور اس کا عمل اس کی دعوت کی گواہی دے رہا ہو، ورنہ وہ خود ہی اپنی دعوت سے لوگوں کو برگشتہ کرنے کا سبب بن جائے گا۔ نمازِ عشاء کے بعد امیر تنظیم اسلامی سیالکوٹ جناب عبدالقدیر بٹ نے درسِ قرآن دیا۔ درس کا موضوع تھا! "اقسامِ شرک"۔ انہوں نے فرمایا کہ اسلام دینِ توحید ہے اور توحید شرک کی ضد ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ سب گناہ بخش دیے جائیں گے' مگر شرک کی بخشش نہیں۔ حافظ زبیر نے "استقامت" کے موضوع پر اظہارِ خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کے مطابق کامیابی صرف ان لوگوں کے حصے میں آئے گی جنہوں نے اللہ کو اپنا رب مانا اور استقامت اختیار کی۔ اس کے بعد معتمد تنظیم اسلامی سیالکوٹ اعجاز عنصر نے "سیرت صحابہؓ کی ضرورت و اہمیت اور اُس کے بیان کا مقصد" پر گفتگو فرمائی۔ اُن کا کہنا تھا کہ سیرت صحابہؓ کے بیان کا مقصد یہ نہیں کہ ہم انہیں محض قصے یا کہانیوں کی طرح بیان کریں اور سنیں بلکہ یہ ہے کہ ان کی زندگیوں سے سبق سیکھیں اور ان کے نقشِ قدم پر چلیں۔ یہی دنیا اور آخرت میں فلاح کا راستہ ہے۔ آخری خطاب جناب فیصل وحید شیخ تھا۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم پر واضح کر دیا ہے کہ ہم دوست کسے بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ دوسروں سے ہمارا تعلق اللہ رب العزت کی رضا کے لیے ہونا چاہیے۔ اگر ہم کسی کو اچھا جانیں تو اللہ کے لیے اور اگر برا جانیں تو بھی اللہ عزوجل کے لیے' نیز دوستی کا معیار تقویٰ ہے۔ آخر میں تین احباب نے تنظیم میں شمولیت کا اعلان کیا۔ ان نئے رفقاء کا تعارف کروایا گیا۔ اس کے بعد رات سوا گیارہ بجے یہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی حلقہ بالائی سندھ کے زیر اہتمام شاہ پنجو میں سہ روزہ دعوتی پروگرام

شاہ پنجو کے سہ روزہ خصوصی دعوتی پروگرام کے لیے تمام رفقاء کو مطلع کیا گیا۔ امیر حلقہ محترم غلام محمد سومرو اور مرکز سے جناب رحمت اللہ بٹر اور جناب محمد اشرف وصی تشریف لائے۔

18 جون بروز اتوار

9 بجے جامع مسجد شاہ پنجو میں تربیتی نشست کا انعقاد ہوا۔ تربیت کے فرائض جناب اشرف وصی نے انجام دیے۔ وصی صاحب نے مذاکرہ کی شکل میں دین کے اہم پہلو شرکاء کے سامنے رکھے۔ دوپہر ایک بجے یہ نشست ختم ہوئی۔ یہ سلسلہ تینوں دن جاری رہا۔ تربیت میں پہلے دن 20 رفقاء اور 25 احباب جبکہ دوسرے اور تیسرے دن 15 رفقاء اور 10 احباب نے شرکت کی۔

گاؤں رادھن میں جناب محمد اشرف وصی نے امت مسلمہ کی زبوں حالات کے موضوع پر خطاب کیا۔ خطاب میں 4 رفقاء اور 5 احباب شریک ہوئے۔ جناب رحمت اللہ بٹر نے شاہ پنجو کے قریب گاؤں بخش لاکھیر کی مسجد میں بعد نماز عصر "عبادت رب" کے موضوع پر درس دیا۔ درس میں 10 رفقاء اور 12 احباب نے شرکت کی۔ گاؤں سوبھو خان مگسی میں جناب رحمت اللہ بٹر نے بعد نماز مغرب "عبادت رب اور قامت دین" کے موضوع پر خطاب کیا۔ خطاب میں 15 رفقاء اور 130 احباب نے شرکت کی۔

19 جون 2006ء بروز پیر

جامع مسجد شاہ پنجو میں بعد نماز فجر جناب رحمت اللہ بٹر نے مختصر درس قرآن دیا۔ جس میں انہوں نے تقویٰ اور پرہیزگاری کی اہمیت کو سامعین کے سامنے پیش کیا۔ دوسرا خطاب گاؤں تھرڑی محبت کی مسجد میں بعد نماز عصر جناب بٹر صاحب نے کیا۔ تیسرا اہم خطاب میہڑ شہر کی پریس کلب میں بعد نماز مغرب ہوا۔ پروگرام کا آغاز رفیق تنظیم عبدالمالک مگسی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ افتتاحی کلمات مقامی امیر تنظیم اسلامی شاہ پنجو جناب احمد صادق سومرو نے ادا کئے۔ انہوں نے تنظیم اسلامی کا تعارف اور اس کا نصب العین سامعین کے سامنے رکھا۔ بعد میں رحمت اللہ بٹر کا خطاب ہوا۔ انہوں نے سورۃ الحدید اور سورۃ الصف کی روشنی میں فرمایا کہ مغربی تہذیب جس کا آج ڈنکا بج رہا ہے' وہ سو فیصد دین اور مذہب کے خلاف ہے۔ ہماری ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کی تعلیم کو پسِ پشت ڈالا ہوا ہے' جس کی وجہ سے آج ہم ذلیل و خوار ہیں۔ حضور ﷺ نے تکالیف اور مصیبتیں برداشت کر کے اللہ کا نظام عرب کے علاقے میں نافذ و غالب کر کے دکھایا۔ یہ ہمارا دینی فریضہ ہے کہ ہم جماعتی زندگی اختیار کریں۔ اور اسلام کی جدوجہد میں اپنے آپ کو کھپا دیں۔ پروگرام میں 15 رفقاء اور 175 احباب شریک ہوئے۔

20 جون 2006ء بروز منگل

تیسرے دن صرف تربیت کا سیشن ہوا اور نماز ظہر کے بعد یہ قافلہ سکھر کے لیے روانہ ہوا۔ الحمدللہ مجموعی طور پر پروگرام بہتر رہا۔ محترم احمد صادق سومرو نے حسب توفیق میزبانی کا حق ادا کیا۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔ مقامی رفقاء کا جوش و خروش بھی قابل دید تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو قبول و مقبول فرمائے۔ آمین! (رپورٹ: نصر اللہ انصاری' سکھر)

مقامی تنظیم سمن آباد کے رفقاء سے امیر حلقہ لاہور کی ملاقات

امیر حلقہ لاہور نے مقامی تنظیم سمن آباد کے رفقاء سے اجتماعی ملاقات کی۔ یہ پروگرام 9 جولائی بروز اتوار صبح 11 بجے جامع مسجد بنت کعبہ سمن آباد میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ ابتدائی کلمات کہتے ہوئے امیر حلقہ نے کہا کہ یہ ایک طرح کا مشاورتی پروگرام ہے۔ آپ مجھے مشورہ دیں گے کہ ہم تنظیم اسلامی کے پیغام کو اپنے حلقہ میں کیسے پھیلائیں۔ نیز مجھے بھی معلوم ہو کہ میرے رفقاء کون کون سا کام کر سکتے ہیں' تا کہ حلقہ کی سطح پر بھی پروگرام کرنے میں آسانی ہو۔ اس کے بعد رفقاء نے باری باری امیر حلقہ کے سوالات کے حوالے سے اظہار خیال کیا۔ یہ پروگرام ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ اختتامی گفتگو کرتے ہوئے امیر حلقہ نے کہا آپ جانتے ہیں کہ اس وقت ہمارے ملک میں اقامت دین کے حوالے سے بہت سے ادارے اور جماعتیں کام کر رہی ہیں۔ لیکن بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے جس نہج پر تنظیم اسلامی قائم کی اور چلانے کی سعی مشکور کی ہے اس حوالے سے مجھے ذاتی طور پر انشراح صدر ہے کہ تنظیم اسلامی منہج نبوی ﷺ پر ہی گامزن ہے۔ نامساعد حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے امیر حلقہ نے کہا کہ جب حضورؐ نے مکے میں اپنی انقلابی جدوجہد کا آغاز کیا تو ان کو بھی سخت ترین مزاحمت کا سامنا تھا۔ ان حالات میں حضورؐ اور صحابہؓ نے کام کیا' محنت اور مشقت کی۔ گفتگو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ موجودہ دور میں ہمیں اقامت دین کے تصور کو اجاگر کرتے رہنا ہے اور ساتھ ساتھ اس حوالے سے جو گمراہ کن نظریات پھیلائے جا رہے ہیں' اپنی امکانی حد تک ان کا دلائل و براہین کے ساتھ توڑ کرنا ہے۔ آج نام نہاد روشن خیالی کا جو نظریہ سامنے آ رہا ہے اور اس آڑ میں دینی تصورات کی جو بیخ کنی کی جا رہی ہے اس کے لئے ہم نے اپنے آپ کو قرآنی دلائل اور نظائر سے مسلح کرنا ہے اور معاشرے میں اپنی امکانی حد تک ان کو پھیلانا ہے۔ انہوں نے 8 جولائی کے روزنامہ نوائے وقت کی طرف رفقاء کی توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ اس میں دو انتہاؤں کی خبریں ہیں۔ پہلے یہ کہ اقبال انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کے تحت "اقبال اور روشن خیالی" کے عنوان سے سیمینار ہوا ہے۔ اس کی رپورٹ رنگین ایڈیشن میں شائع ہوئی ہے۔ اور اس میں رفعت حسین صاحبہ بھی ہیں جو پردہ اور مجسمہ سازی، رقص و موسیقی کے حوالے سے اسلام کی بیخ کنی کر رہی ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ شفائیہ دعاؤں کے اشتہار پہلے بھی اخبارات میں شائع ہوتے تھے لیکن وہ مسیحیوں کی طرف سے شائع ہوتے تھے لیکن اب شفائیہ دعاؤں کا اشتہار مسلم اشخاص کی طرف سے بھی شائع ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ یہ چیزیں ہمارے سامنے ہمارے معاشرے کے رجحانات کی عکاسی کرتی نظر آتی ہیں۔ ان کے حوالے سے ہم نے اپنی اور اپنے احباب کی ذہن سازی کا کام کرنا ہے۔ اس کے بعد نماز ظہر اور اجتماعی کھانے پر اجتماع کا اختتام ہوا۔

(مرتب: محمد یونس، معتمد حلقہ لاہور)

☆ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا یا دعوت سے؟

☆ کیا گناہ کبیرہ کا مرتکب سزا پا کر جنت میں داخل ہو جائے گا؟

☆ کیا وہ شخص اسلام کی تبلیغ کر سکتا ہے جو خود اُس پر عمل پیرا نہ ہو؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: مخالفین اسلام اکثر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے' اس الزام کی حقیقت کیا ہے؟ (ندیم)

ج: اسلام کے پھیلنے کے دو مراحل ہیں جن کو علیحدہ علیحدہ سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ایک ہے افراد کا مسلمان ہونا اور دوسرا ہے نظام کا بدلنا۔ پہلی صورت کے لیے تو کسی بھی فرد کو مجبور نہیں کیا گیا کہ تم اسلام قبول کرو' ورنہ ہم تمہاری گردن اڑا دیں گے۔ اِس اعتبار سے یہ بات حقیقت ہے کہ اسلام کبھی بھی تلوار کے ذریعے نہیں پھیلا۔ البتہ ملک و ریاست کی سطح پر اسلامی انقلاب کے لیے تلوار ہاتھ میں ضرور لینا پڑی۔ یہی معاملہ ان شاء اللہ اب بھی ہوگا۔ ہم کسی کو اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور نہیں کریں گے۔ کوئی ہندو' سکھ' عیسائی' پارسی اور یہودی رہنا چاہتا ہے' رہے۔ اسلامی ریاست میں اُسے مذہب و عقیدہ کی آزادی ہو گی۔ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی جائے گی۔ البتہ اسلامی نظام کے قیام میں رکاوٹ ڈالنے والوں کے خلاف طاقت استعمال کی جائے گی' ورنہ باطل نظام اپنی جگہ نہیں چھوڑے گا۔

س: کیا دوران حیض عورت اسلامی کتب کو چھو سکتی اور انہیں بچوں کو پڑھا سکتی ہے؟ (قاسم ضیاء)

ج: قرآن مجید کو اس حالت میں نہ چھوا جا سکتا ہے اور نہ پڑھایا جا سکتا ہے' البتہ عورت دوسری کتابیں پڑھ بھی سکتی ہے اور پڑھا بھی سکتی ہے۔

س: الکوحل ہومیو پیتھک ادویات کا جزو لازم ہے جبکہ علمائے کرام یہ فرماتے ہیں کہ جس چیز کی کثرت مقدار نشہ کرے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان دواؤں کو استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (محمد ارشد)

ج: ایسا محلول جس میں الکوحل ہو' اُس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ فتویٰ بھی یہی ہے۔ ویسے ہومیو پیتھک ادویات tablet form میں بھی آتی ہیں۔ اس صورت میں یہ جائز ہو جائیں گی۔ (واللہ اعلم)

س: رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے فجر کی نماز میں اکثر نیند کی وجہ سے دماغ ماؤف ہوتا ہے' کیا یہ "سکری" کی سی صورت ہوگی؟ (محمد عاطف)

ج: نماز سے قبل وضو لازم ہے اور وضو کرنے سے آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے اگر انسان کا وجود بوجھل ہو تو یہ "سکری" نہیں کہلائے گا۔

س: ہمارے محلے کی مسجد کے اندر لکھا ہوا ہے کہ سب انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت کیجیے؟ (محمد حنیف)

ج: یہ روایت ضعیف ہے۔ بہر حال انبیاء کو اگر زندہ مان بھی لیا جائے تو اس سے مراد برزخی زندگی ہے جس کے بارے میں قرآن نے کہا ہے کہ تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔ یہ ایسی زندگی نہیں جو دنیاوی زندگی کے مشابہ ہو۔

س: میں نے ایک دوست کو چار لاکھ روپے کاروبار کی غرض سے دیے ہیں۔ وہ مجھے 8 ہزار روپے ماہانہ دیتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ میں یہ رقم نفع میں سے دے رہا ہوں' یہ سود نہیں ہے۔ اس کی شرعی حیثیت بتا دیں؟ (میاں محمد یونس)

ج: اگر آپ نے واقعی اس کے ساتھ شراکت کی ہے اور آپ واقعی صرف منافع میں ہی حصہ دار ہیں تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو پورے سال میں 8 ہزار روپے ماہانہ کے حساب سے 96 ہزار روپے ملے' مگر سال کے بعد معلوم ہوا کہ نفع 150,000 روپے ہوا۔ اس صورت میں باقی رقم بھی اسے دینی چاہیے اور اگر معلوم ہو کہ نفع 96 ہزار بھی نہیں ہوا بلکہ 80 ہزار ہوا ہے تو یہ 16 ہزار آپ کو واپس کرنا ہوں گے۔ ایسی صورت حال میں 8 ہزار روپے ماہانہ لینا درست ہے' ورنہ سود کے زمرے میں آئے گا۔

س: کیا وہ لوگ اسلام کی تبلیغ کر سکتے ہیں جو خود اسلام پر عمل پیرا نہ ہوں؟ (ابوبکر)

ج: ہر آدمی کو دوسروں کو تبلیغ ضرور کرنی چاہیے' اس لیے کہ جب وہ لوگوں کو نیکی کی تلقین کرے گا تو اس بات کا زیادہ امکان ہو گا کہ اس کے اپنے معمولات میں جو خامیاں ہیں' وہ بھی درست ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ اسے کبھی تو ندامت ضرور ہو گی کہ جن باتوں کی میں دوسروں کو تلقین کر رہا ہوں' اُن پر خود عمل پیرا نہیں۔ پھر یہ کہ لوگ بھی اس کو توجہ دلائیں گے' جس سے مبلغ کے اپنے کردار کی اصلاح ہوگی۔ کیونکہ ہمیں تو نبی کریم ﷺ سے یہی حکم ہے کہ: "پہنچاؤ میری جانب سے خواہ ایک آیت"' یعنی اگر ایک آیت بھی آپ کو معلوم ہے تو ایسے افراد کو پہنچائی جائے جنہیں معلوم نہیں۔ لہٰذا ایسے شیطانی وسوسوں سے بچ کر تبلیغ دین کا فریضہ ضرور ادا کرنا چاہیے۔

س: آخرت میں ہر گناہ گار مسلمان اپنے گناہوں کے بقدر سزا بھگت کر جہنم سے چھٹکارا پا لے گا اور جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اس بات کو قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کریں۔ (ناصر یٰسین)

ج: خوارج کا یہ عقیدہ ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب دائمی جہنمی ہے جبکہ اہل سنت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد بالآخر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اسی بات کو اللہ کے رسول ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا: **من قال لا اله الا الله دخل الجنة** یعنی جس نے لا اِلٰہ اِلا اللہ کہا وہ (بالآخر) جنت میں داخل ہو جائے گا۔ البتہ اس بات کو ہلکا ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے کہ ایک عرصہ جہنم میں گزار کر بالآخر جنت میں داخلہ تو مل ہی جائے گا' اس لیے کہ جہنم ایسی ہولناک جگہ ہے' جہاں ایک لمحہ کا داخلہ بھی سخت عذاب کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے اور کوشش بھی کرنی چاہیے کہ کسی طرح جہنم سے چھٹکارا اور جنت میں داخلے کا پروانہ مل جائے۔

کالم "تفہیم المسائل" میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

اسرائیل کی ہٹ دھرمی

8 جولائی بروز ہفتہ غزہ کی پٹی میں 7 فلسطینی اسرائیلی حملوں کی زد میں آ کر شہید ہو گئے۔ اسرائیلی فوج نے اپنے فوجی کو آزاد کروانے کے لیے غزہ پر دھاوا بول رکھا ہے اور فلسطینیوں پر ظلم وستم کے نئے باب رقم کر رہی ہے۔ اس دوران فلسطینی وزیر اعظم اسماعیل حانیہ نے جنگ بندی کی پیش کش بھی کی جو اسرائیلی حکومت نے مسترد کر دی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ہم دہشت گردوں سے بات چیت نہیں کرتے۔ پہلے اغوا کنندہ فوجی کو واپس کیا جائے' پھر بات ہوگی۔ اسماعیل حانیہ کا کہنا ہے کہ وہ سنجیدہ مذاکرات کے ذریعے فوجی کا مسئلہ حل کرنا چاہتے ہیں' یہ کوئی بات نہیں کہ لٹھ لے کر دوسرے پر چڑھ جایا جائے۔

حیرت اس امر پر ہے کہ فلسطینی تنظیموں نے صرف ایک اسرائیلی فوجی قید کر رکھا ہے اس پر یہودی اس قدر سیخ پا ہیں جبکہ اسرائیل کی جیلوں میں ہزاروں فلسطینی قید ہیں' کیا وہ انسان نہیں؟ افسوس! بہت کم اسلامی ممالک نے اسرائیلی جارحیت کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ یہ ان کی بے بسی اور بے حسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

عرب ممالک کی طرف سے قطر سیکیورٹی کونسل میں ایک قرارداد پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس میں اسرائیل سے کہا جائے گا کہ وہ اپنا جارحانہ حملہ روک دے۔ تاہم امریکی حکومت نے عندیہ دیا ہے کہ وہ اُسے ویٹو کر دے گی' کیونکہ اس میں اسرائیلی فوجی کے اغوا اور فلسطینی تنظیموں کی طرف سے راکٹ پھینکے جانے کا کوئی ذکر نہیں۔

افغانستان میں آپریشن جاری

طالبان کے خلاف افغانستان میں اتحادی افواج کا اپریشن ماؤنٹین تھرسٹ جاری ہے۔ اب تک اس کے تحت 100 طالبان کو نشانہ بنایا جا چکا ہے۔ اس کا زور جنوبی افغانستان میں زیادہ ہے' جہاں طالبان کا زیادہ اثر ہے۔ 2001ء میں طالبان کی حکومت ختم ہوئی تھی لیکن امریکی اور اس کے اتحادی اب تک ان کی قوت ختم نہیں کر سکے۔ اس امر سے پتہ چلتا ہے کہ افغانستان میں اب بھی طالبان کو عام لوگوں کی حمایت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طالبان کو اپنی چھاپہ مار سرگرمیوں میں کامیابی مل رہی ہے۔

ایران پر ہوائی حملہ نہ کیا جائے

امریکی رسالے' نیویارکر میگزین نے اپنی ایک رپورٹ میں دعویٰ کیا ہے کہ امریکی فوج ایران پر ہوائی حملہ کرنے کی مخالف ہے اور اس نے صدر بش کو آگاہ کر دیا ہے کہ اس حملے میں سراسر نقصان ہے۔ مضمون نگار کے مطابق صدر بش نے فیصلہ کیا تھا کہ ایرانی ایٹمی تنصیبات پر ہلکے ایٹم بم گرائے جائیں' مگر امریکی جرنیلوں کی مخالفت پر انہوں نے ارادہ بدل لیا ہے۔ امریکی فوج کا کہنا ہے کہ ایسے حملے سے امریکا خطرناک معاشی' سیاسی اور ملٹری مسائل کا شکار ہو جائے گا۔ پھر ایرانی ایٹمی تنصیبات وسیع علاقے پر پھیلی ہوئی ہیں اور انہیں ہوائی حملے سے تباہ کرنا بہت مشکل ہے۔

برطانوی فوج افغانستان میں

آج کل افغانستان کے صوبہ ہلمند میں 3300 برطانوی فوجی طالبان سے نبرد آزما ہیں۔ پچھلے تین ہفتوں میں طالبان نے چھ برطانوی فوجی ہلاک کر دیئے ہیں اور انگریزوں کو وہاں لڑنے میں مشکلات کا سامنا ہے۔ اسی لیے افغانستان میں برطانوی فوج کے کمانڈر ایسڈ ٹیلر نے اپنی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ مزید فوج بھجوائے۔ حکومت برطانیہ کا کہنا ہے کہ ضرورت پڑنے پر وہ مزید فوج افغانستان بھجوائے گی۔

افغان قیدیوں کی واپسی

بدنام زمانہ جیل گوانتاناموبے میں 99 افغان قیدی ہیں۔ امریکیوں کے مطابق ان کا تعلق طالبان یا القاعدہ سے ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق اگلے چند ہفتوں میں 59 افغانوں کو رہا کر دیا جائے گا۔ اس طرح گوانتاناموبے میں 40 افغان رہ جائیں گے۔ امریکی حکومت کا کہنا ہے کہ انہیں بھی جلد افغانستان بھجوا دیا جائے گا۔

اسلامی سربراہ کانفرنس کا التوا

پروگرام کے مطابق اسلامی سربراہ کانفرنس کا اگلا اجلاس اگلے سال سینیگال کے دارالحکومت ڈاکار میں ہونا ہے لیکن حال ہی میں سینیگالی وزیر خارجہ شیخ گاڈیو نے سعودی عرب کے دورے کے دوران بتایا ہے کہ اجلاس 2008ء تک ملتوی ہو سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ڈاکار میں سڑکوں کی تعمیر و مرمت کا کام وسیع پیمانے پر جاری ہے۔ سعودی عرب نے اس ضمن میں سینیگال کی حمایت کی ہے۔

امریکی فوجی مارے گئے

عراق کے ضلع انبار میں عراقی حریت پسندوں نے تین امریکی فوجی جہنم رسید کر دیئے۔ اس طرح مارچ 2003ء کے امریکی حملے سے لے کر اب تک 2543 امریکی فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ کچھ دنوں سے عراق میں چھاپہ مار سرگرمیاں کم ہو گئی ہیں' لیکن اس دوران امریکی فوجیوں کا ظلم و ستم کھل کر سامنے آیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک عراقی گاؤں میں فوجی چوکی پر پانچ امریکی فوجی متعین تھے۔ انہوں نے گاؤں کی ایک لڑکی سے زیادتی کی اور لڑکی سمیت سارے گھرانے کو شہید کر دیا۔ واقعہ کے بعد امریکی فوجیوں نے مشہور کر دیا کہ انہیں ''دہشت گردوں'' نے ہلاک کیا ہے' جو سنی تھے۔ اس پر گاؤں کے لوگ اگرچہ حیرت زدہ ہوئے کیونکہ وہ گھرانہ خود سنی تھا مگر سادہ لوح لوگوں نے فرض کر لیا کہ انہیں شیعوں نے مارا ہے۔ اس کے بعد علاقے میں سخت کشیدگی پھیل گئی ہے۔ اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکی عراق میں فرقہ وارانہ فسادات میں ملوث ہیں تا کہ انتشار کا شکار ہو کر ملک ان کی نو آبادی بن جائے۔

ایران کا ایٹمی پروگرام

امریکا اور اس کے حامی چاہتے ہیں کہ ایران پر معاشی اور سیاسی پابندیاں لگا دی جائیں' کیونکہ وہ یورینیم کی افزودگی جاری رکھے ہوئے ہے۔ مئی میں امریکا نے سلامتی کونسل میں اس سلسلے میں قراردادیں پیش کر دی تھیں' مگر چین اور روس کی مداخلت کے باعث فیصلہ ہوا کہ ''ای یو 3'' (جرمنی' برطانیہ اور فرانس) ایران کو پرکشش امدادی منصوبے کی پیش کش کرے' تا کہ وہ ایٹمی منصوبے سے دستبردار ہو جائے۔ اب ایرانی حکومت نے 12 جولائی کو جواب دینا ہے کہ وہ منصوبہ قبول کرتی ہے یا نہیں۔

ایرانی حکومت اگر منصوبے کو قبول نہیں کرتی تو روس اور چین مجبور ہو جائیں گے کہ دیگر طاقتوں کا ساتھ دیں۔ مگر ایرانی حکومت بار بار اعلان کر چکی ہے کہ یورینیم کی انرجمنٹ ختم نہیں ہوگی۔ لہٰذا اس کے لیے منصوبے کو قبول کرنا بھی مشکل ہے۔

امریکیوں کی بھوک ہڑتال

4 جولائی 1776ء کو امریکا کے بانیوں نے برطانیہ سے آزادی کا اعلان کیا تھا۔ 4 جولائی 2006ء کو امریکا میں مختلف جنگ مخالف تنظیموں کے ہزاروں کارکنوں نے چوبیس گھنٹے کی بھوک ہڑتال کی اور امریکی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ عراق سے اپنی فوج واپس بلائے۔ یاد رہے کہ امریکا میں عوامی سطح پر یہ رائے زور پکڑ رہی ہے کہ اب امریکی فوج کو عراق سے واپس آ جانا چاہیے' تا کہ اس پر خرچ ہونے والے اربوں ڈالر بچ سکیں۔

intelligence agencies now believe that the North has enough fissile material for between 2 to 8 nuclear warheads and is currently developing the required delivery-systems.

By any standard, the Bush policy has been an utter flop. Now, the "war president" has decided to maximize his failure by pushing for tough sanctions at the Security Council. The prospect of cutting of food and energy supplies to starving civilians never seems to lose its appeal for the plutocrats and corporate kingpins in the Bush administration. The human suffering it creates is never even seriously considered.

Fortunately, Russia and China are blocking Bush's attempt to get a resolution passed in the Security Council. The bumbling Bush diplomatic team has not been able to get support for "punitive action" and will have to settle for a presidential statement which has no real binding authority. It is an innocuous slap on the wrist without meaning or consequences.

Bush was looking for broad consensus, but ended up looking foolish and impotent once again.

Increasingly, nations are drifting away from Washington; a phenomenon that would cause concern among serious political heavyweights, but leaves the blockheads in the administration completely clueless. Washington's "soft-power" has eroded more rapidly than its "moral authority" and without any tangible reward. It has been jettisoned as extra-baggage, unnecessary for the world's greatest military. The Bush team doesn't seem to grasp that they are already bogged down and overextended in both Afghanistan and Iraq. They still see themselves as riding a wave of American invincibility, but that wave is quickly diminishing to a trickle.

The North Korea flap has further exposed the cracks and fissures in Fortress America. Bush is unable to cobble together a coalition for even the most straightforward crisis. While Condi and Bolton stomp around waving their hands in the air, China and Russia have reacted coolly, shrugging off Washington's entreaties as just more grist for the mill. The growing distrust among the allies and vassals has never been more palpable. America's leadership is not being challenged as much as it is simply being ignored. No one is particularly eager to follow the United States lead anymore. That's the unfortunate price that one pays for leading the world in human rights abuse and aligning with the Middle East pit-bull, Israel.

بقیہ: اداریہ

ناقابلِ یقین خبر ہے' لیکن اِس کے دو پہلو ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ مشرف نے امریکی حمایت کو اپنے لیے برقرار رکھنے کے لیے ایٹمی حوالے سے امریکی مطالبہ تسلیم کر لیا ہو' اور یہ خبر مکمل طور پر نہ سہی' جزوی طور پر درست ہو۔ دوسرا یہ کہ امریکہ جب کسی حکمران کے خلاف میدان میں آتا ہے تو وہ اپوزیشن کی حکومت مخالف تحریک کو پورا پورا مواد مہیا کرتا ہے' اور امریکہ جانتا ہے کہ پاکستانی عوام ایٹمی پروگرام کے بارے میں بڑے حساس ہیں۔ بہرحال محسوس ہوتا ہے کہ امریکہ پاکستان میں پھر کوئی پاور گیم شروع کرانا چاہتا ہے۔ وہ حکمرانوں کا دوست ہے' نہ اپوزیشن کا۔ اُسے اپنے مفادات سے تعلق ہے۔ ہمارے سیاسی لیڈر چاہے اُن کا تعلق حکمران جماعت سے ہے یا اپوزیشن سے' امریکہ کی اِس گیم کو سمجھیں۔ ملکی حالات کا تقاضا ہے کہ حکمران اور اپوزیشن کسی محاذ آرائی کی طرف بڑھنے کی بجائے افہام و تفہیم سے ملک کو درپیش مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

اپوزیشن کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ وہ جس شخص کو بے دست و پا کرنا چاہتے ہیں اُس کے جسم فوجی پر وردی اور ہاتھ میں چھڑی ہے۔ لہٰذا وہ صرف زور آزمائی پر انحصار نہ کرے' حکمت سے بھی کام لے۔ امریکہ کسی کا دوست نہیں۔ وہ دونوں کو بلیک میل کر کے اپنا مطلب نکالے گا۔ اُس نے اکتوبر 1958 سے اکتوبر 1999ء تک یہی کھیل کھیلا ہے۔ ہمارے لیڈروں کو کب ہوش آئے گی۔ انہیں جاننا چاہیے کہ جب امریکہ مشرف سے شفاف انتخابات کا مطالبہ کرتا ہے تو یہ اپوزیشن کی محبت میں نہیں ہوتا بلکہ یہ سنگین نوعیت کی بلیک میلنگ ہے۔ اُسے جمہوریت سے سچا عشق ہوتا تو عرب حکمران اُس کے دوست نہ ہوتے۔

آخر میں ہم صدر مشرف سے درخواست کریں گے کہ وہ اپنی ذات سے اوپر اٹھیں۔ وہ اِس بات کو تسلیم کریں کہ سات سال میں وہ پاکستان میں کوئی خوشگوار تبدیلی نہیں لا سکے' وہ اِس اصول کو بھی تسلیم کریں کہ "جس کا کام اُسی کو ساجھے"۔ فوج کا اصل کام ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے۔

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ
ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امان کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 25

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

View Point

Mike Whitney

North Korea and The Vanishing American Empire

Does Kim Jung Il read the newspapers? 07/08/06 "Information Clearing House" - - -- If Kim thumbed through today's news he would have seen the limp and bloodied body of a dead Palestinian boy being rushed away from the site of Israel's latest attack in Gaza. He would have read about the mysterious explosions that rocked Kabul overnight and the 30 or so "alleged" Taliban that were blown up in America's scattershot carpet-bombing of southern Afghanistan. He would have seen that 24 new bodies of bound and brutalized Iraqis had been dumped at the Baghdad morgue after being abducted and tortured by the roaming death squads which control the capital.

He might have spotted a story about America's continued involvement in Central Asia where the thirst for oil and natural gas has Bush's NGOs toppling governments behind the pretext of "spreading democracy". Or, he may have noticed an article which recounted Bush's latest saber-rattling at Iran for their "alleged" nuclear weapons program.

Wherever he looked, he would have found examples of the United States and Israel rampaging through Muslim countries; ignoring international law and flaunting the human rights of the native people.

Doesn't this explain why Kim believes that he needs the protection of a nuclear arsenal to ward off an American attack?

How can we expect North Korea to stop building nukes when 2 of the world's most powerful nations have just doused the planet with gasoline and are reaching for the matches?

Like every other world leader, Kim simply wants to avoid ending up like Saddam Hussein. His missile tests were designed to send a message to Washington that North Korea has no intention of being the next victim of Bush's "democratization" program. And, while the tests may have been condemned by the pro-American media, we can at least appreciate the logic of his motives.

But, does that mean that North Korea is a threat to American national security or to the region?

Kim has had plenty of opportunity to cause trouble if that's what he wanted. For 6 years the Bush administration has treated the reclusive Kim with complete contempt, and yet Kim has not retaliated. In 2001 North Korea was included in Bush's "Axis of Evil" speech, a provocative list of the administration's "target states". In 2003 Dick Cheney followed up with a not-so veiled threat saying, "I have been charged by the President with making sure that none of the tyrannies in the world are negotiated with. We don't negotiate with evil, we defeat it."

In case Kim hadn't gotten the message from the V.P., John Bolton offered this blistering warning: "The end of North Korea is our policy," adding that the Pyongyang regime was a "hellish nightmare".

Not to be outdone, Defense Secretary Donald Rumsfeld leaked a memo to the UK Telegraph in April 2003 which called "for regime change in North Korea."

Kim's "crash course" in nuclear weapons technology is due entirely to incitements by the Bush administration. His behavior tells us that he's taking the threats seriously and is rushing to create a credible deterrent. It's clear that his intentions are purely defensive and that he poses no danger to his neighbors or the United States.

The same rule applies to Kim's missile tests which have rattled the US, Japan and South Korea. The tests were meant to send a "hands off" message to Washington but, unfortunately, they splashed helplessly into the sea. This could have the adverse effect on the overall situation by emboldening the administration hawks to reconsider military action. The the real risk of violence comes from the American battleship group which has moved into the waters just off the coast of North Korea; if fighting breaks out, that's where it will begin.

So far, Kim has acted predictably. He probably would prefer to feed his starving people than to build nukes, but feels that he has no other option. The onus for proliferation lies entirely with Bush and his team of armchair warriors. Rather than agree to bilateral negotiations, Bush has stubbornly refused to sit down with North Korea and, thus, escalated the situation into another crisis. The irony is that Bush knows exactly what Kim wants, but refuses to yield.

More than anything, North Korea wants assurances from the administration that they will not be attacked. The issue is downplayed in the media because the forth estate would like to obscure the fact that the US rules the world through the threat of force. The administration will not sign a "non-aggression pact" with North Korea because that would undermine its role as the global Mafia chieftain who keeps the weaker states in line by breaking legs. The Bush people think it would be unseemly for the world's only superpower to seriously address the security needs of its underlings.

The media has done an admirable job of concealing the facts about America's involvement on the Korean peninsula. Ever since the end of the Korean War in the 1950s the US has maintained a massive military presence in the south (which at one time included nuclear weapons) which has always been an irritant to the North. As Gary Leupp noted in a Counterpunch article "Basic Facts People should know about North Korea", Koreans are "one of the world's most homogeneous groups, and united from the 7th century through 1945, is now divided into 2 nations due primarily to the actions of the Truman administration and the US military". "Reunification" of the peninsula is not in America's geopolitical interests and the US government has done everything in its power to block progress in that regard. The Bush administration has taken a hammer to South Korea's "sunshine policy" and exacerbated tensions with its hard-line policies. This guarantees that the US will be allowed to maintain its basing rights in the south which they see as critical to America's long-term interests in the region.

The media focuses exclusively on the bizarre personality of Kim Jung Il rather than historical facts which might clarify the real issues. What possible difference does it make if Kim is an oddball or not? The lazy media is simply demonizing him to divert attention from the facts. In 1994 the Bill Clinton committed to the "Framework Agreement"; a deal which promised to provide food, fuel and 2 light-water nuclear reactors in exchange for North Korea's abandoning its nuclear weapons programs. The North agreed to these terms but the U.S. HAS NEVER HONORED ITS OBLIGATIONS. This isn't information that we should expect to read in the newspapers since it clearly shows that America is responsible for the current standoff.

When Bush took office in 2000, he rejected the idea of any engagement with the North and derided the Clinton plan as "blackmail". The consequences of this reversal in policy are obvious. The